ابنِ صفی

جلد نمبر
39

جاسوسی دنیا

117- زہریلا سیارہ

118- نیلم کی واپسی

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 39

117	زہریلا سیارہ
118	نیلم کی واپسی

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلشر..........خالد سلطان
پرنٹر............یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 117

زہریلا سیارہ

(مکمل ناول)

پیش رس

یادش بخیر ''عظیم حماقت'' کے بعد پھر حماقت نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پڑھنے والے اس ہیچمندان کی حماقتوں کے اس قدر عادی ہو گئے ہیں کہ جب تک پھر کوئی حماقت سرزد نہ کرادیں۔ چین سے نہیں بیٹھتے۔ سو حضرات یہ حماقت بھی ملاحظہ فرمائیے کہ نام نامی اس کا ''زہریلا سیارہ'' ہے۔ اس میں وہ کردار بھی موجود ہے جس کا تقاضا برسوں سے ہو رہا تھا۔ اس نئے روپ میں آپ اُسے دیکھ کر یقیناً محظوظ ہوں گے۔

ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ اس بار عید الاضحیٰ کے موقعے پر آپ نے جو بکرا بچایا تھا ابھی تک چل رہا ہے یا ختم ہوگیا۔

بھائی بکرے کی بساط ہی کیا ۔ کتنے دن چلتا۔ البتہ اونٹ ہوتا تو بات بھی تھی۔ ویسے اس بار بکروں سے زیادہ سستے اونٹ ہی تھے۔ اگلے سال سہی۔

ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ آپ جاسوسی ناولوں میں رومان کیوں ٹھونس دیتے ہیں۔ گزارش ہے کہ مجھے تو علم نہیں کہ میرے ناولوں میں رومان بھی ہوتا ہے البتہ اگر آپ نے رومانیت کو بطور علمی اصطلاح استعمال کیا ہے تو یقین کیجئے کہ میرے ناولوں میں رومان کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوتا اور اگر آپ کی مراد فارمولا فلموں والے رومان سے ہے تو میری کتابیں پھر پڑھئے۔ ایسا کوئی مرض آپ ان میں نہیں پائیں گے۔''

ابھی پچھلے ہی دنوں ایک بچی نے کہا۔ ''انکل آپ کی فلم دھماکہ بالکل بکواس تھی۔ میں نے بوکھلا کر پوچھا۔'' کیوں بے بی۔'' کہنے لگی۔ ''شادی تو ہوئی ہی نہیں۔ میں تو بہت بور ہوئی۔'' میں نے کہا۔ ''اچھا بے بی آئندہ تمہیں بور نہیں ہونا پڑے گا۔ شادی ہوگی یا دونوں مر جائیں گے۔''

سب سے زیادہ دلچسپ بات ایک صاحبہ کی ہے جنہوں نے لکھا ہے کہ میں ایک خالص ناول عشقیہ قسم کا لکھوں۔ میرے بس سے باہر ہے۔ معافی چاہتا ہوں۔ ورنہ آپ ہی بعد میں کہہ اٹھیں گی کہ میں نے پیروڈی کے لئے تو نہیں لکھا تھا۔

البتہ ان صاحب کی فرمائش زیرِ غور ہے کہ ''شکرال'' والی کہانی کو مکمل کر دوں۔ میں خود بھی چاہتا ہوں کہ شکرال کی کہانی کسی طرح مکمل ہو جائے۔ خدا کرے پھر اسی قسم کی ذہنی فضا میسر آجائے۔ جس کے تحت وہ کہانی شروع کی گئی تھی تاکہ پیوند نہ معلوم ہو۔

اب اور کیا عرض کروں۔ ''زہریلا سیارہ'' پڑھئے اور مجھے مطلع فرمائیے کہ کیسا رہا۔ والسلام

ابنِ صفی

یکم فروری ۱۹۷۰

برقی نگینے

بڑا خوبصورت کتا تھا۔ کم از کم کیپٹن حمید کی نظروں سے تو ایسا کتا آج تک نہیں گزرا تھا۔ نہ جانے کہاں سے مارا تتارا فریدی کی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں آداخل ہوا تھا۔ پھر وہاں سے کسی طرح نکلنے کا نام ہی نہ لیا۔ کتے خانے میں بند کتوں نے اُسے دیکھ کر آسمان سر پر اٹھالیا تھا لیکن وہ خود اس طرح پرسکون نظر آرہا تھا جیسے یہاں کے ماحول میں اس کے لئے ذرہ برابر بھی اجنبیت نہ ہو۔ حمید کو دیکھ کر اس نے اظہار شناسائی کے طور پر دم بھی ہلائی تھی۔ فریدی اس وقت گھر پر موجود نہیں تھا ملازموں نے اسے کمپاؤنڈ سے نکالنے کی کوشش کی تو غرا کر ان پر چڑھ دوڑا۔

''رہنے دو......!'' حمید نے انہیں روکا تھا۔

''مگر کپتان صاحب! اپنے کتے جو آپے سے باہر ہوئے جارہے ہیں۔'' ایک ملازم بولا۔

''کچھ دیر بعد خود ہی خاموش ہو جائیں گے۔ اسے کھانے کے لئے دو۔''

ملازم ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

فریدی کے کتے کمروں میں داخل نہیں ہونے پاتے تھے۔ ان کی عادت ہی نہیں پڑنے دی تھی۔ زیادہ تر کتے خانے میں رہتے تھے اور رکھوالی کے السیشین رہائشی حصوں سے دور ہی

رہ کر رکھوالی کرتے تھے۔

بہرحال جب حمید اپنے کمرے میں جانے لگا تو اس کتے نے بھی اس کا پیچھا کیا۔

''جناب......!'' حمید رک کر بولا۔ ''ابھی ہم لوگ اتنے مہذب نہیں ہوئے کہ آپ کی ہم جلیسی کا فخر حاصل کرسکیں۔ براہِ کرم باہر ہی ٹھہریئے۔ آپ چاہیں تو پورچ میں تشریف رکھ سکتے ہیں۔''

پھر روشنی میں کتے کے گلے میں پڑے ہوئے پٹے پر نظر پڑی تو دم بخود رہ گیا۔ ایسا مرصع پٹہ کبھی نظر سے نہیں گزرا تھا۔ چھوٹے بڑے کئی نگینے آنکھوں کو خیرہ کئے دے رہے تھے اور وسطی نگینہ تو بہت بڑا تھا۔ لعل تھا شاید۔

''بہت خوب جناب۔'' وہ آہستہ سے بولا۔ ''آپ خاصے معزز نظر آرہے ہیں اور شاید متمول بھی ہیں۔ بہتر ہے تشریف لے چلئے۔ کہیں آپ کوئی والی ریاست تو نہیں ہیں۔''

کتا پیچھے پیچھے اس کے کمرے تک آیا تھا۔

''تشریف رکھئے...... حالانکہ یہ قالین آپ کے لائق تو نہیں ہے۔'' حمید نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''اگر اجازت ہو تو میں ذرا آپ کے پٹے کا جائزہ لے لوں۔ اتاروں گا نہیں۔ آپ مطمئن رہئے۔ ویسے آپ مجھے بے حد ذہین معلوم ہوتے ہیں کہ آپ نے ایک بے حد ایماندار پولیس آفیسر کے گھر میں پناہ لی ہے۔''

کتا کچھ اس طرح اسے دیکھے جارہا تھا جیسے سب کچھ سمجھتا ہو۔ حمید بھنا کر بولا۔ ''اب یہ فرمادیجئے کہ آپ تناول کیا فرمائیں گے۔ معمولی دال روٹی والے تو نہیں معلوم ہوتے۔''

اس نے اپنے اگلے پیر پھیلائے اور پنجوں پر تھوتھنی رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔

''حضرت! کیا قصور ہوا فدوی سے۔ کوئی بات طبع نازک پر گراں گزری ہو تو واللہ مسخرہ سمجھ کر معاف فرمایئے گا۔''

کتا بدستور آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ حمید نے شانوں کو جنبش دی اور اس کے پاس سے ہٹ آیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس ڈھیٹ کتے کے ساتھ کس طرح پیش آئے۔ آخر

وہ اس کے پیچھے کیوں آیا تھا۔ کسی ملازم کے ساتھ کیوں نہیں گیا۔

شام ہو رہی تھی وہ کسی طرف نکل جانا چاہتا تھا لیکن یہ کتا پتا نہیں کس کا ہے خصوصیت سے ادھر ہی کیوں آیا۔ درجنوں کتوں کی غصیلی آوازیں سن کر تو اسے فرار ہی ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن وہ کسی متحمل مزاج آدمی کی طرح یہ سب کچھ بڑے سکون سے برداشت کر گیا تھا۔ کہیں یہ کسی دشمن کا بہت ہی تربیت یافتہ کتا نہ ہو اور انہیں کسی وبال میں نہ پھنسا دے۔ پٹے میں جڑے ہوئے جو ہرات بیش قیمت تھے۔

''میں تعارف کا منتظر ہوں جناب عالی!'' اس نے پھر کہا۔

لیکن کتے کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

''اب کیا اب ڈنڈا سنبھالوں۔'' وہ چیخ کر بولا۔ ''میں تیرے قیمتی گلوبند کی رکھوالی نہیں کر سکتا۔ مجھے باہر جانا ہے۔''

کتے نے آنکھیں نہ کھولیں۔ حمید الجھن میں پڑ گیا۔ غور سے اُسے دیکھنے لگا کہیں مر تو نہیں گیا۔ لیکن سانس معمول کے مطابق چل رہی تھی۔ پھر اس نے پٹہ پکڑ کر اسے آدھے دھڑ سے اٹھایا تھا اور چھوڑ دیا تھا۔ لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی۔ وہ بدستور سوتا رہا۔ اس کی چیخم دھاڑ سن کر پہلے ہی کئی ملازم وہاں پہنچ گئے تھے اور کھڑے ہنس رہے تھے۔

''آپ کی جان کو کچھ نہ کچھ لگا ہی رہتا ہے کپتان صاحب۔'' فریدی کے خادم خصوصی شریف نے کہا۔

''جی ہاں...... آپ ہی کیا کم تھے کہ یہ بھی آ گیا۔'' حمید نے دانت پیس کر کہا اور چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''ادھر آیئے...... دیکھئے اس کا پٹہ بہت قیمتی ہے۔ جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ ذرا آپ خیال رکھئے گا۔ ایک بھی کم ہوا تو سب کی شامت آ جائے گی۔ میں باہر جا رہا ہوں۔''

شریف آگے بڑھ آیا تھا۔ اس نے بھی جھک کر پٹے پر نظر ڈالی اور متحیرانہ انداز میں بولا۔ ''کمال ہے صاحب۔''

''کیا قریب کی کسی کوٹھی میں کوئی نیا آدمی آیا ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''پتا نہیں صاحب! آتے ہی جاتے رہتے ہیں۔''

''اسے یہیں پڑا رہنے دو۔ اسی حالت میں کوئی قریب نہ آئے۔ چلو نکلو باہر۔''

کمرہ مقفل کر کے وہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا۔ پھر اسے ہنسی آ گئی اور ملازمین اس کا منہ دیکھنے لگے۔

''بیچارہ اپنا کیس لے کر آیا تھا کرنل صاحب کے پاس۔ لیکن ملاقات سے پہلے ہی مر گیا۔ اب دیکھنا ہے کہ مجھ پر کیا گزرتی ہے۔''

''پٹہ اتار پھینکوا دیجئے۔ آپ بھی کس چکر میں پڑے ہیں۔'' بوڑھے شریف نے کہا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بڑے صاحب ہی آ کر اس کی تجہیز و تکفین کریں گے۔''

''سخت ناراض ہوں گے اسے کمرے میں دیکھ کر۔''

حمید نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور خاموش کھڑا رہا۔

ڈائننگ ہال میں ہلکی موسیقی گونج رہی تھی مشرقی انداز لئے ہوئے مغربی دھنیں ان دنوں خاصی مقبول تھیں۔ اکثر لوگوں کے پاؤں تال دینے لگے۔

فریدی بہت دنوں بعد نیا گرہ آیا تھا۔ آمد کسی خاص مقصد کے تحت نہیں ہوئی تھی۔ محض معمولی تبدیلی کی غرض سے چلا آیا تھا۔ ویسے اگر اتفاقاً ادھر سے گزر نہ ہوتا تو شاید اس تبدیلی کی خواہش ہی پیدا نہ ہوتی کیونکہ وہ ایسی جگہوں کا رخ ضرورتاً ہی کرتا تھا۔ اس کے اپنے نظریئے کے مطابق تبدیلی کے لئے نقل مکانی ضروری نہیں تھی۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے ہی تبدیلی کی اس خواہش کو پورا کرسکتا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق کسی مصروفیت کو ترک کر کے دوسرا شغل اختیار کر لینا ہی حصول مقصد کے لئے کافی ہونا چاہئے۔

بہرحال نیاگرہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے اس کے ایک ڈائریکٹر ہی سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ دونوں کے درمیان شناسائی ہی تھی۔ وہ اس کے استقبال کے لئے لپکا۔

''زہے نصیب کرنل صاحب۔'' وہ اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔

''مزاج کیسے ہیں۔'' فریدی اس کی گرمجوشی کا جواب دیتا ہوا بولا۔

''شکر ہے اللہ کا...... تشریف لے چلئے۔ آفس میں بیٹھیں گے یا ہال میں۔''

''کسی تفتیش کے سلسلے میں نہیں آیا ہوں اسی لئے ہال ہی مناسب رہے گا۔''

''مجھے علم ہے کہ آپ مصری رقص ونغمہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''سمیعہ آج کل یہیں مظاہرے کررہی ہے۔''

''مجھے علم نہیں تھا۔ وہ بہت اچھا گاتی ہے۔ قدیم اور جدید کے امتزاج سے اس نے ایک نیا رنگ پیدا کیا ہے۔''

''تشریف رکھئے جناب۔'' وہ اسے ایک مناسب سی میز کے قریب لاکر بولا۔ ''فن کے قدردان گنے چنے ہیں۔ لوگ تو جسموں کی حرکات پر نظر رکھتے ہیں۔''

''شاید میں یہاں چھ ماہ بعد آیا ہوں۔'' فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔ ''آپ بھی بیٹھئے۔''

''ضرور...... ضرور...... روز روز ایسی صحبتیں کہاں نصیب ہوتی ہیں۔ یہ میری خوش نصیبی کے لمحات ہیں۔''

''امسال آپ شکار پر نہیں گئے؟'' فریدی نے پوچھا۔

''بس جناب کیا عرض کروں۔ دل چاہتا ہے کہ بندوقیں بیچ کر سارنگیاں خرید لوں۔ پچاس روپے لائسنس فیس ہوگئی ہے۔ شوٹنگ پرمٹ پہلے پچیس روپے میں بنتا تھا۔ اب سو روپے ہوگئے ہیں۔ اچھے کارتوس تین سو روپے سینکڑہ ہیں۔ پھر آج تیتر پر پابندی لگی ہے تو کل بٹیر پر۔ پتا نہیں چلتا کہ کب کس چیز کے شکار پر پابندی لگا دی گئی۔ پچھلے سال شامت اعمال سے ایک کلنگ مار لیا تھا۔ آ پکڑا گیمز وارڈن نے۔ دو سو روپے نذر کرکے بڑی مشکل سے بندوق بچائی۔ اس پر بھی وہ ظالم سارا دوسرا شکار بھی ہتھیا لے گیا۔ بچے منہ دیکھ کر رہ

گئے تھے۔ اس سے پہلے تو کلنگ کے شکار پر پابندی نہیں تھی۔ پتا نہیں کس وقت لگ گئی۔ انہیں چاہئے کہ سیزن شروع ہوتے ہی اخبارات کے ذریعے دو تین بار اعلان کر دیا کریں کہ کس کس چیز پر پابندی لگی ہوئی ہے۔''

''آپ کبھی میری زمینوں پر چل کر شکار کھیلئے۔ ہر قسم کا شکار موجود ہے۔ کئی جھیلیں ہیں اور جنگلات بھی ہیں۔''

''بہت بہتر۔ میرے لئے تو باعث فخر ہوگا۔ کیونکہ بہتیرے آپ کی شکار گاہوں کو للچائی ہوئی نظروں سے تکتے رہتے ہیں۔''

''جو بھی چاہے ہر ماہ کی پندرہ اور تیس تاریخ کو وہاں شکار کھیل سکتا ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں کو اس کے لئے ہدایت کر دی ہے اور مشتہر بھی کرا دیا تھا۔ لیکن شکار کی تعداد پر بہرحال پابندی رہتی ہے ورنہ دو تین ہی بار میں سب کچھ ختم ہو جائے۔''

''آپ کا جواب نہیں ہے روئے زمین پر کرنل صاحب! میں آپ کیلئے کیا منگواؤں۔''

''صرف چائے۔''

''کچھ کھائیے بھی۔''

''نہیں شکریہ! اس وقت کچھ کھانے کی عادت نہیں ہے۔''

ہوٹل کے ڈائریکٹر نے ہیڈ ویٹر کو طلب کر کے چائے کے لئے کہا تھا۔

فریدی نے خاموشی اختیار کر لی۔ شکار کا موضوع ختم ہو گیا تھا۔ فن کی دلدادگی کا پہلے ہی زیادہ مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب یہ شخص جرائم کی بڑھتی ہوئی تعداد کے بارے میں گفتگو شروع کرنے ہی والا ہے۔ چائے کے آنے سے قبل ہی ڈائریکٹر نے سوال کھینچ مارا تھا۔ ''کرنل صاحب آخر یہ جرائم اتنے کیوں بڑھ گئے ہیں۔''

''جھلاہٹ کی بناء پر۔'' فریدی بولا۔

''میں نہیں سمجھا جناب۔''

''آبادی بڑھ گئی ہے۔ وسائل محدود بھی ہیں اور چند ہاتھوں کا ان پر قبضہ ہے۔''

''جھلاہٹ والی بات تو رہ ہی گئی۔''

''اسی طرف آ رہا ہوں...... دولت مندوں کو مزید دولت مند بننے کی آزادی ہے اور عوام کو قناعت پسندی کا سبق دیا جا رہا ہے۔''

''ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور چارہ بھی کیا ہے۔''

''چارہ ہی چارہ ہے۔ اگر خود غرضی اور جاہ پسندی سے منہ موڑ لیا جائے۔ ایک نئے انداز کی سرمایہ داری کی بنیاد ڈالنے کی بجائے خلوص نیت سے وہی کیا جائے جو کہا جاتا رہا ہے تو عوام کی جھلاہٹ رفع ہو جائے گی۔ ضرورت ہے کہ انہیں قناعت کا سبق پڑھانے کی بجائے ان کی ''خودی'' کو ابھارا جائے جیسے بعض دوسرے ممالک میں ہوا۔''

''نہیں صاحب! خودی کو قوالوں ہی کی تحویل میں رہنے دیجئے۔'' ڈائریکٹر ہنس کر بولا۔ فریدی بھی مسکرایا۔ چند لمحے خاموش رہ کر ڈائریکٹر نے کہا۔ ''آپ تو انقلابی معلوم ہوتے ہیں کرنل صاحب۔''

''حدود اللہ میں رہ کر یقیناً انقلابی ہوں۔ اللہ اس پر کبھی برہم نہیں ہو سکتا کہ کوئی قوم اپنے حالات کو مدنظر رکھ کر اپنے وسائل کی تقسیم کا مناسب انتظام کر لے۔''

''بات تو سچی ہے جناب۔ ہماری تاریخ میں ایسے سربراہان مملکت بھی گزرے ہیں جو سر کے نیچے اینٹ رکھ کر کھردرے فرش پر سویا کرتے تھے اور اپنے لئے محل نہیں بناتے تھے۔''

''اور ہمارا یہ حال ہے کہ۔'' وہ جملہ پورا نہیں کر پایا تھا کہ یک بیک کئی چیخیں ہال میں گونجیں۔

''اوہ خدایا۔'' ڈائریکٹر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ فریدی نے بھی ان چاروں کرسیوں کو لڑھکتے دیکھا۔ وہ چاروں ایک ہی میز پر تھے۔

چند لمحے سناٹا چھایا رہا پھر لوگ اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کر ان کی طرف جھپٹے۔ ان میں فریدی اور ڈائریکٹر بھی تھے۔

''براہِ کرم پیچھے ہٹ جائیے۔'' فریدی نے گونجیلی آواز میں کہا اور لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور پھر ذرا ہی دیر میں چاروں گرنے والوں کی اموات کا اعلان کر دیا گیا۔

''میز پر رکھی ہوئی چیزوں کو ہاتھ نہ لگایئے۔'' فریدی نے ڈائریکٹر سے کہا۔ ''سروس قطعی بند کرا دیجئے۔ تاحکم ثانی کچن بند رہے گا۔ کچن سے باورچیوں مددگاروں کو نکال کر مقفل

کرا دیجئے۔"

"خداوندا یہ کیا ہو گیا۔"

"میں بہت سبز قدم ہوں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"میرا...... یہ مطلب نہیں تھا جناب۔" ڈائریکٹر بوکھلا کر بولا۔

فریدی نے متعلقہ حکام کو فون کالیں کی تھیں اور ذرا ہی سی دیر میں وہاں پولیس کی گاڑیاں پہنچنے لگی تھیں۔

بظاہر زہر خورانی کا کیس معلوم ہوتا تھا۔ کچن مقفل کر دیا گیا اور مشیر نامے کی تیاری کے بعد لاشیں روانہ کر دی گئیں۔

"تت...... تفتیش آپ ہی کریں گے جناب۔" ڈائریکٹر نے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے۔ ابھی تو متعلقہ تھانے تک ہی بات رہے گی۔ اُن سے نہ بنی تو آگے بڑھے گی۔"

"ہوسکتا ہے وہ کہیں اور سے کچھ کھا پی کر آئے ہوں۔ غیر قانونی طور پر کشید کی ہوئی شرابیں پی کر کتنے ہی لوگ اس شہر میں مر چکے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی گھر کی طرف جا رہی تھی۔ گھر پر حمید کتے کی کہانی لئے بیٹھا تھا۔ شام کو کہیں جا نہیں سکا تھا۔ بھرا بیٹھا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی پھٹ پڑا۔

"آہستہ...... آہستہ......!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔"

حمید نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے پھر دوبارہ اسٹارٹ لے کر آہستہ آہستہ کتے کی حیرت انگیز موت تک پہنچا تھا۔

"چلو دکھاؤ...... کہاں ہے لاش؟"

وہ اُسے اپنی خواب گاہ میں لایا۔ کتے کی لاش اسی طرح فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ اُسے اپنی خواب گاہ میں لایا۔ پھر پٹے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "تمہارے بیان کے مطابق وہ سرخ نگینہ یہاں تھا۔"

"جی ہاں۔"

''اس جگہ پٹے میں سوراخ ہوگیا ہے۔ جلنے کا نشان......اوہ...... یہ کچھ بال بھی جھلسے ہوئے ہیں۔ اچھا اسے اوپر میری تجربہ گاہ میں پہنچا دو۔ پٹہ اتار دینا۔''

''بھنگی بنا دیجئے مجھے۔''

''وہ تو پہلے ہی سے ہو۔'' فریدی کہتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا تھا۔''نیا گرا والی لاشیں کہاں ہیں۔''

''مردہ خانے میں...... پہلے شناخت کے لئے تشہیر کی جائے گی پھر پوسٹ مارٹم ہوگا......'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''میں دوبارہ ان کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس کا انتظام کردو۔''

''بہت بہتر جناب......!'' دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔

ریسیور رکھ کر وہ پھر حمید کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ دو ملازم کتے کی لاش اٹھا کر اوپری منزل پر لے جا رہے تھے۔

''آخر آپ کریں گے کیا......؟'' حمید نے پوچھا۔

''اس کا پوسٹ مارٹم میں خود کروں گا۔''

''کمال ہے......کیا یہ کام کسی ہسپتال کی آپریشن ٹیبل پر نہیں ہوسکتا۔''

''تمہیں کیا پریشانی ہے۔'' فریدی نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ حمید پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا اور اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

''کچھ نہیں۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔''شاید فراغت کے دن ختم ہوگئے۔''

فریدی دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''ارے تو اب آپ کہاں چلے۔''

''ابھی آیا۔''

اس کی گاڑی پھر کمپاؤنڈ سے نکل رہی تھی۔ اس بار سفر کا اختتام پولیس ہسپتال ہوا۔ ڈاکٹر شاہد اسی کا منتظر تھا۔ وہ مردہ خانے میں پہنچے۔ چاروں لاشیں ابھی سرد خانے میں نہیں

پہنچی تھیں۔ میز ہی پر پڑی ہوئی تھیں۔ فریدی نے کپڑا ہٹا کر ان کے ہاتھوں کا جائزہ لیا تھا اور ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

''جی ہاں ...... چاروں کی انگلیوں پر جلنے کے نشانات ہیں۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''اور انگشتیر وں سے نگینے غائب ہیں۔''

''واقعی یہ بڑی عجیب بات ہے اور جلنے کے نشانات عین نگینوں کے نیچے سے انگلیوں میں شروع ہوئے ہیں۔'' ڈاکٹر بولا۔

''مجھے یہی دیکھنا تھا......!'' فریدی نے کہا۔

''بہرحال ساری علامات الیکٹرک شاک لگنے کی موجود ہیں۔'' ڈاکٹر بولا۔

''کیا آپ کی ڈیوٹی ختم ہونے والی ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''ختم ہو چکی ہے۔ میں تو آپ کا منتظر تھا۔''

''کیا مجھے تھوڑا سا وقت دے سکیں گے؟''

''ضرور......ضرور......!''

''ایک کتے کی لاش کا پوسٹ مارٹم کریں گے۔''

''اوہ......!'' ڈاکٹر کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے تھے۔ لیکن پھر وہ مسکرا کر بولا۔ ''کیا اسی وقت......؟''

''ابھی......اور میں اب آپ کو اپنے گھر لے چلوں گا۔''

''چلئے......!''

کتے کی لاش تجربہ گاہ کی میز پر پڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ''خدا کی پناہ! میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔'' اس نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''میں نے آپ کی تجربہ گاہ کے بارے میں سنا تھا لیکن اس حد تک بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔''

''بس شوق کی بات ہے۔''

کتے کی لاش کی چیر پھاڑ شروع ہوئی تھی اور الماریوں سے جدید ترین آلات برآمد ہونے لگے تھے۔

حمید انہیں اسسٹ کررہا تھا اور گھن کے مارے اس کی آنتیں حلق میں چلی آرہی تھیں۔ خدا خدا کر کے چیر پھاڑ مکمل ہوئی تھی اور وہ مختلف قسم کے سلیوشنوں سے ہاتھ دھوتے رہے تھے۔

حمید کو ابکائی آئی اور وہ باہر چلا گیا۔

''قطعی طور پر الیکٹرک شاک......!'' ڈاکٹر بولا۔

''ان لاشوں کے پوسٹ مارٹم کا بھی یہی نتیجہ برآمد ہوتو مجھے فوری طور پر مطلع کر دیجئے گا۔'' فریدی نے کہا۔

''آخر قصہ کیا ہے......؟''

''پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ الیکٹرک شاک لگے کیسے۔'' فریدی پُرتفکر لہجے میں بولا۔ پھر اس نے کتے کی کہانی سناتے ہوئے کہا تھا۔''ان لاشوں کے بارے میں تو آپکو علم ہی ہے۔''

''میں نے لاشوں کے بارے میں اپنا خیال ظاہر کردیا تھا۔'' ڈاکٹر بولا۔''آپ کے محکمے کے لوگ شائد نیا گرہ میں اسی بات کی دیکھ بھال کررہے ہیں۔''

''لیکن وہاں ان کرسیوں پر الیکٹرک شاک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''تو پھر ان انگشتریوں کے نگینے کیسے تھے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جس وقت وہ چاروں ختم ہوئے تھے ٹھیک اسی وقت یہاں کتے نے دم توڑ دیا تھا۔''

ڈاکٹر کچھ نہ بولا۔ وہ دونوں تجربہ گاہ سے باہر آئے اور فریدی نے کہا۔''رات کا کھانا میرے ہی ساتھ کھایئے۔''

''مجھے بے حد افسوس ہے کہ کسی اور جگہ مدعو ہوں۔''

''اچھا تو ایک ایک کپ کافی ہی سہی۔ سردی آج کچھ بڑھ گئی ہے۔''

''کوئی مضائقہ نہیں۔''

وہ ڈائننگ روم میں آ بیٹھے۔ حمید اپنے کمرے میں تھا۔ ایک ملازم سے معلوم ہوا کہ اس کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔ کافی پی کر ڈاکٹر تو چلا گیا تھا اور فریدی نے حمید کے دروازے پر

دستک دی تھی۔

''اب زندہ بھی رہنے دیجئے گا یا نہیں۔'' اندر سے آواز آئی۔

''بہت زندگی ہے فرزند تمہاری.....دروازہ کھولو۔''

دروازہ کھلا تھا اور حمید شب خوابی کے لباس میں دکھائی دیا۔

''آخر ہے کیا چکر......؟'' اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''چیلنج......!'' فریدی نے کہا اور اس کے جبڑے بھینچ گئے۔

میکس فیکٹر

حمید نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بولا۔ ''مگر کس کی طرف سے۔''

''یہ میں نہیں جانتا......لیکن ہے چیلنج ہی۔ ورنہ یہاں اس کتے کا کیا کام...... جسے ان چاروں ہی کی طرح مرجانا تھا۔''

''اُوہاں......اس کا پٹہ کہاں ہے؟''

''کھڑکی سے عقبی پارک میں پھینک دیا گیا۔''

''نگینوں سمیت۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''ہاں......میں اُسے عمارت کے اندر رکھنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔''

''وہ چاروں آپ کی موجودگی میں مرے تھے اس لئے مجھے بھگتنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔''

''یہ بہت اچھی بات ہے کہ پہلے ہی سے تمہارا ذہن بن جائے گا۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

دفعتاً رکھوالی کے کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی اور وہ چونک پڑے پھر فریدی صدر

دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔حمید نے صرف شانے ہلائے تھے۔اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی۔اتنے میں ایک ملازم ڈرائینگ روم میں داخل ہوا جسکے چہرے پر بدحواسی طاری تھی۔

''کک......کپتان صاحب......دو......دوسرا کتا۔''

''کہاں......؟'' حمید بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔

''دیوار پھلانگ کر کمپاؤنڈ میں آیا تھا۔رکھوالی کے کتوں نے دبوچ لیا۔''

''کرنل صاحب کہاں ہیں۔''

''وہ اسے اپنے کتوں سے بچانے کی کوشش کررہے ہیں۔''

حمید بھی کمپاؤنڈ کی طرف جھپٹا تھا۔فریدی پھاٹک کے قریب کھڑا نظر آیا۔مگراب کتے نہیں بھونک رہے تھے۔قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ رکھوالی کے کتے قطعی طور پر دم توڑ چکے ہیں اور دو زمین پر پڑے سسک رہے ہیں۔''

''کک......کیا ہوا......؟''

''دوسرا کتا تھا......!'' اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔''انہیں اس حال کو پہنچا کر نکل گیا۔''

''ارے......تو ان دونوں کو تو بچانے کی کوشش کیجئے۔''

''فضول ہے یہ نہیں بچیں گے۔''

''لیکن وہ گیا کہاں۔''

''جہاں سے آیا ہوگا۔'' خشک لہجے میں جواب ملا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں کتے بھی ختم ہوگئے تھے۔

''یہ صرف چیلنج ہی نہیں بلکہ دھمکی بھی ہے۔'' فریدی بولا۔

''میں کتے کے تعاقب کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔'' حمید بولا۔

''چلو......!'' فریدی اس کا بازو پکڑ کر پورچ کی طرف موڑتا ہوا غرایا۔

حمید بے دلی سے چلتا ہوا ڈرائینگ روم تک آیا تھا۔فریدی نے تازہ سگار سلگا کر دھواں اس کے منہ پر چھوڑتے ہوئے کہا۔''میں تمہیں کتے کے تعاقب کا موقع دے سکتا ہوں۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں جانتا ہوں کہ وہ کس کا کتا تھا۔''

''کون سا کتا......؟''

''وہی جو رکھوالی کے کتوں کو مار گیا۔''

''کس کا تھا......؟''

''میرا ہی ایک بلڈ ہاؤنڈ جو پچھلے پندرہ دن سے غائب تھا۔''

''مجھے تو علم نہیں تھا اس کی گمشدگی کا۔''

''تم ہوش میں کب رہتے ہو۔''

شازیہ کو بڑا دکھ تھا۔ اس کے ڈیڈی آج بھی اس کے لئے میکس فیکٹر کا بیوٹی باکس نہیں لائے تھے۔ حالانکہ صبح تک وہ ڈیوٹی پر جانے لگے تو اس نے پائیں باغ سے چیخ کر یاد ہانی کرائی تھی۔

خان تجمل مقامی جیل کے سپرنٹنڈنٹ تھے اور ان کا جیل خانہ ملک کا مثالی جیل خانہ سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے طور پر بعض اصلاحات کی تھیں جن کے تحت وہ جیل خانے کی بجائے ایک طرح کی تربیت گاہ بن گیا تھا۔

ظاہر ہے کہ پھر خان تجمل اور ان کے کنبے کا گزارہ محض تنخواہ ہی پر رہا ہوگا اور یہ کنبہ بھی چھوٹا سا نہ تھا۔ خان تجمل کے والدین بقید حیات تھے۔ ایک بیوہ بہن اور اس کے دو بچوں کا بار بھی خان تجمل ہی پر تھا۔ شازیہ سے بڑی دو بہنیں تھیں۔ تین بڑے بھائی۔ سب ہی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ بیگم تجمل سدا کی بیمار، ہمیشہ دواؤں اور انجکشنوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

اگر خان تجمل کے والد کے پاس کچھ زرعی زمینیں نہ ہوتیں تو شاید مہینے میں دو چار فاقوں کی بھی نوبت آ جاتی۔ پھر وہ کیپٹن خان تجمل کا بنگلہ تھا اس لئے دو چار مہمان بھی بنے رہتے تھے۔

بہر حال ایسے حال میں میکس فیکٹر کے بیوٹی بکس کی فرمائش ایسی ہی تھی جیسے کسی لکڑہارے سے نولکھا ہار کی فرمائش کر دی گئی ہو۔ شازیہ سب سے چھوٹی تھی اس لئے چہیتی بھی تھی۔ عمر تیرہ سال تھی۔ اس سے بڑی عالیہ سترہ سال کی تھی اور آسیہ اکیسویں میں تھی تینوں بھائی اس سے چھوٹے تھے اور ابھی ہائر سیکنڈری ایجوکیشن سے فارغ نہیں ہوئے تھے۔

شام کو بیوٹی بکس نہ ملنے پر وہ دل گرفتہ سی ہو کر پائیں باغ میں نکل آئی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ خوب چیخ چیخ کر روئے۔ آم کے درخت کے نیچے بنچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دفعتاً ایک بڑا سا پیکٹ اس کے پیروں کے قریب آ گرا اور وہ خوفزدہ ہو کر اچھل پڑی۔

بڑی دیر تک پیکٹ کو ہاتھ ہی لگانے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔ بار بار سر اٹھا کر درخت کے اوپر نظر ڈالتی لیکن گھنی شاکوں میں کچھ بھی دکھائی نہ دیتا۔ ویسے اسے یقین تھا کہ پیکٹ درخت ہی پر سے گرا ہے۔

پھر اس نے پیکٹ کھول ڈالا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ میکس فیکٹر کا بیوٹی بکس ہی تھا۔ یہ کہاں سے آیا؟ پاپا نے تو بھول جانے کا عذر کر دیا تھا۔ ایک بار پھر درخت پر نظر ڈالی مگر کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔

پھر وہ اس بیوٹی بکس کو دوپٹے میں لپیٹ کر اپنے کمرے میں اٹھا لائی۔ اس کا اور عالیہ کا مشترکہ کمرہ تھا۔ عالیہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھی۔ اس لئے اسے اطمینان سے بکس میں رکھی ہوئی چیزوں کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا تھا۔

اوہو! اس میں تو ایک خط بھی رکھا ہوا ہے۔ اس نے کاغذ کی تہہ کھولی۔ کسی نے شاید اسے ہی مخاطب کیا تھا۔

''پیاری بچی! تمہیں یاد ہوگا کہ تم بچپن میں پریوں کی کہانیاں بڑے شوق سے سنا کرتی تھیں اور تمہیں نیلم پری کا کردار بہت پسند تھا۔ لہٰذا نیلم پری بھی تمہیں پسند کرنے لگی ہے۔ تمہاری ہر خواہش

پوری کرے گی۔ بیوٹی بکس کے علاوہ اور بھی جو کچھ چاہتی ہو بتاؤ مہیا کیا جائے گا۔ لیکن کسی کو معلوم نہ ہونے پائے۔ ورنہ بیوٹی بکس بھی غائب ہو جائے گا اور نیلم پری تم سے کٹی کر دے گی۔ میں نیلم پری کا خادم ایک پریزاد ہوں۔ بندر کی شکل میں تم سے ملتا رہوں گا۔ مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''پتا نہیں کون اس طرح رشوت دے گیا ہے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی ہنس پڑی۔ پھر سنجیدہ ہو کر سوچنے لگی۔ اگر کوئی شخص سفارش کرانا چاہتا ہے تو کیا پاپا میری سن لیں گے۔ ہرگز نہیں۔ ان سے تو یہ بکس بھی چھپانا پڑے گا ورنہ وہ یہی سمجھیں گے کہ میں نے کسی سفارشی کا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ لیکن اب وہ اسے چھپائے کہاں۔ عالیہ کی بچی نے دیکھ لیا تو چاروں طرف شور مچا دے گی۔ اس سے چار سال بڑی تھی لیکن ہم جولیوں کی طرح اس سے الجھتی رہتی تھی اور شازیہ بھی اسے عالیہ ہی کہتی تھی۔ ''باجی یا آپا'' کا روگ نہیں پالا تھا۔

سوچتے سوچتے بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ فی الحال اسے میلے کپڑوں کے ڈھیر کے نیچے چھپا دینا چاہیئے پھر وہ بکس کو تو ضائع کر دے گی اور اس کی مختلف چیزیں نکال کر ادھر اُدھر رکھ دے گی اور ان پر سے میکس فیکٹر کے لیبل بھی چھڑا دے گی۔

دوسری صبح اس نے اس بندر کی تلاش شروع کر دی تھی۔ سردیوں کی چھٹیاں تھیں اور وہ سارا دن گھر پر ہی گزارتی تھی۔ تینوں بھائی ایک عزیز کے ساتھ مرغابیوں کے شکار کیلئے گئے ہوئے تھے۔ عالیہ اور آسیہ زیادہ تر کمروں ہی تک محدود رہتی تھیں۔ معمر لوگ سردی کی وجہ سے آتشدان سے دوری پسند نہیں کرتے تھے اس لئے پائیں باغ میں وہ تنہا ہی ہوتی تھی۔

آم کے درخت کے نیچے پہنچ کر وہ رک گئی۔ چاروں طرف سناٹا تھا دن کے گیارہ بجے تھے اور آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ سردی بڑھ گئی تھی۔

دفعتاً اوپر شاخوں پر سرسراہٹ ہوئی اور ایک پرزہ اس کے پیروں کے قریب آ گرا۔ اس نے اوپر دیکھے بغیر جھک کر پرزہ اٹھا لیا تھا۔ اس بار تحریر تھی۔

''پیاری بچی! میں نے رات اسی درخت پر گزاری ہے اور اس

وقت بہت بھوکا ہوں۔ دو تین سینڈوچ بنالاؤ۔ حالانکہ دوسرے بندر
گوشت نہیں کھاتے۔ لیکن مجھے گوشت کے سینڈوچ بہت پسند ہیں اور
پھر میں بندر تو ہوں نہیں۔ پری زاد ہوں۔ مجھے اردو زیادہ نہیں آتی۔
اس لئے میری ہینڈ رائٹنگ بھدی ہے۔ خدا کرے تم اسے ٹھیک سے
پڑھ لیتی ہو۔''

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ شاخوں کے درمیان ایک بڑا سا بندر چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر شازیہ کو سلام کیا تھا۔ وہ سر ہلاتی ہوئی کچن کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ بہت جلدی میں ابلے ہوئے بیف کے چند پارچے کاٹے تھے اور ان پر ساس لگا کر نمک مرچ چھڑکا تھا۔ پھر چار سینڈوچ تیار کر کے دوبارہ پائیں باغ کی طرف دوڑ گئی تھی۔ درخت سے ایک چھوٹا سا چھینکا نیچے آیا تھا۔ جو ایک پتلی سی ڈوری سے بندھا ہوا تھا۔ شازیہ کو بڑی مایوسی ہوئی۔ وہ تو سمجھی تھی کہ بندر خود اتر کر نیچے آئے گا۔ بہر حال اس نے سینڈوچ چھینکے پر رکھ دیئے اور چھینکا اوپر کھینچ لیا گیا اور وہ بینچ پر جا بیٹھی۔

چاروں طرف سناٹا تھا۔ وہ پھر درخت کے تنے کے قریب پہنچی اور کسی قدر اونچی آواز میں بولی۔ ''تم آخر نیچے کیوں نہیں آتے۔ یہاں بچے نہیں ہیں کہ تمہیں پریشان کریں گے۔''

''پہرے والا سپاہی گولی مار دے گا۔'' اوپر سے بھنبھناتی ہوئی سی آواز آئی تھی اور شازیہ کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی انگریز اردو بول رہا ہو۔

تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی۔ ''آدھے گھنٹے بعد عقبی پارک والی جھاڑیوں میں مل سکوں گا۔''

''اچھا...... اچھا...... میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔'' وہ جلدی سے بولی تھی پھر وہ اندر چلی آئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ بندر کے لئے اور کیا لے جائے۔ خوبانیاں کیسی رہیں گی۔ بندر تو خوبانیاں کھاتے ہی ہوں گے۔ ارے وہ تو گوشت بھی کھاتا ہے۔ نہیں...... خوبانیاں نہیں۔ خشک میووں والے کیک کا بڑا ٹکڑا کیوں نہ لے جائے۔ ہاں یہی ٹھیک رہے گا۔ خوبانیاں تو وہ یوں بھی کھاتا ہی رہتا ہوگا۔ درختوں کا باسی جو ٹھہرا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ عقبی پارک میں جا پہنچی تھی۔ لیکن جیسے ہی جھاڑیوں میں قدم رکھا

کسی نے اس کے سر پر کپڑا ڈال کر منہ دبا دیا۔ وہ چیخ بھی تو نہیں سکی تھی۔ دم گھٹ کر رہ گیا تھا۔ سر چکرایا تھا اور وہ فوری طور پر بیہوش ہوگئی تھی۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو خود کو ایک سجے سجائے کمرے میں پایا لیکن یہ اس کے بنگلے کا کوئی کمرہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے بنگلے میں اتنا قیمتی اور خوبصورت فرنیچر کہاں سے آتا۔ سامنے میز پر ٹیلی فون رکھا نظر آیا۔ وہ بستر سے اٹھ کر اس کی طرف جھپٹی تھی۔ شاید اس کے نمبر دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس پر نمبر نہیں تھے۔ شاید مٹا دیئے گئے تھے۔

بہرحال یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ اس کا اغوا کیا گیا تھا۔ دروازے کی طرف بڑھی اسے بھی آزمایا۔ وہ باہر سے بولٹ کیا گیا تھا۔ دوبارہ فون کی طرف پلٹ آئی اور فون پر اپنے پاپا کے دفتر کے نمبر ڈائیل کرنے لگی۔ دوسری طرف سے جواب ملا تھا۔ آواز اس کے پاپا ہی کی تھی۔

''میں شازیہ بول رہی ہوں پاپا۔''

''ہاں...... کہو کیا بات ہے ......اوہ...... اچھا سمجھ گیا...... دیکھو اب تنخواہ ملے گی نا۔ بس اسی دن تمہاری فرمائش بھی پوری ہوجائے گی۔''

''اس کی بات نہیں ہے پاپا۔''

''پھر کیا بات ہے؟''

''شاید میرا اغوا ہوگیا ہے۔''

''کیا بکواس ہے۔''

''لڑکی ٹھیک کہہ رہی ہے خان تجمل۔'' تیسری آواز سنائی دی۔ ''لیکن وہ بالکل محفوظ ہے۔''

''تم کون ہو......؟''

''کیا اب یہ بھی بتانا پڑے گا۔ خیر پہلے تم اس سے اس کی داستان سن لو۔ ہاں بے بی اب تم اپنے پاپا کو بتا سکتی ہو کہ تمہارا اغوا کس طرح ہوا۔''

شازیہ اپنے باپ کو بندر کی کہانی سنانے لگی تھی اور پھر بولی تھی۔ ''میں نہیں جانتی کہ یہ عمارت کہاں واقع ہے۔ فون پر کے نمبر بھی مٹا دیئے گئے ہیں۔''

''آخر ایسا کیوں ہوا۔ میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔'' خان تجمل کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔ تیسری آواز کہتی سنائی دی تھی۔ ''تم بہت اچھے آدمی ہو خان تجمل۔ تم نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔''

''تو پھر ایسا کیوں ہوا.....؟''

''بہت معمولی سی معلومات کے عوض شازیہ کی رہائی ممکن ہو جائے گی۔''

''کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔''

''قیدی نمبر ۱۶ اور نمبر ایک سو تیرہ کہاں بھیجے گئے ہیں۔''

''میں نہیں جانتا۔ مجھے نہیں بتایا گیا۔ کوئی ٹاپ سیکرٹ قسم کا معاملہ تھا۔''

''مجھے علم ہے کہ تم نہ جانتے ہو گے۔ لیکن کوشش کرو تو معلوم کر سکتے ہو۔''

''کسی طرح بھی ممکن نہیں۔''

''وہ دونوں کس کی نگرانی میں لے جائی گئی تھیں۔''

''یقین کرو...... میں نہیں جانتا۔ شاید خود ڈی آئی جی صاحب آئے تھے۔ میں اس دن چھٹی پر تھا۔ میرے نائب نے کارروائی کی تھی۔''

''نائب سے معلوم کرو کہ ڈی آئی جی نے انہیں کس کے سپرد کیا تھا۔ بیس منٹ بعد میں پھر تمہیں فون کروں گا۔ لیکن یقین کرو تم کسی طرح بھی میرے نمبر ڈٹکٹ نہ کر سکو گے۔''

کلک کی آواز آئی تھی۔ شاید عمارت ہی کے کسی دوسرے انسٹرومنٹ کا ریسیور رکھا گیا تھا۔ پھر خان تجمل کی آواز آئی۔ ''شازیہ! کیا تم سن رہی ہو بے بی۔ دیکھو بالکل پریشان نہ ہونا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''میں بالکل خائف نہیں ہوں پاپا۔ آپ ہی کی بیٹی ہوں۔'' شازیہ نے گونجیلی آواز میں کہا تھا۔

خان تجمل نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا اور اپنے جسم کے رعشے پر قابو پانے کی کوشش

کرر ہے تھے۔ زندگی میں پہلی بار انہیں ایسے کسی واقعے سے دوچار ہونے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کبھی ان پر ایسی بھی گزرے گی۔ انہیں ان دونوں قیدی عورتوں کے بارے میں صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ کسی قسم کے جرم میں ماخوذ ہوئی تھیں اور کسی مغربی ملک سے تعلق رکھتی تھیں۔ کاغذات میں ان کے ناموں کی بجائے صرف نمبروں کا اندراج ہوتا تھا۔ وہ تو ان کے نام تک سے واقف نہیں تھے اور یہ بھی حقیقت تھی کہ ان کی منتقلی کے وقت وہ چھٹی پر تھے۔ ان کے نائب لیفٹیننٹ رضوی نے دونوں کو ڈی آئی جی کے حوالے کیا تھا۔ انہوں نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور اردلی نے اندر داخل ہو کر سلیوٹ کیا تھا۔

''رضوی صاحب کو سلام دو۔'' انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

تھوڑی دیر بعد لیفٹیننٹ رضوی اندر آیا تھا۔

''بیٹھیے......!'' خان تجمل نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ لیکن آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ شاید اس سے پہلے کبھی اس طرح طلب نہیں کیا گیا تھا۔

''سولہ اور ایک سو تیرہ نمبروں کی منتقلی کہاں ہوئی تھی؟'' خان تجمل نے اس کی طرف دیکھے بغیر سوال کیا۔

''یہ تو مجھے نہیں بتایا گیا جناب۔ ڈی آئی جی نے کاغذات پر دستخط کئے تھے اور انہیں لے گئے تھے۔''

''ان کے ساتھ اور کون تھا......؟''

''دو حضرات......جنہیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔''

''ہوں......میں نے اپنا نجی ریوالور صفائی کے لئے دیا تھا۔''

''جی ہاں......کل ہی بنگلے پر بھجوا دیا تھا۔''

''مجھے پچاس راؤنڈ بھی چاہئیں۔ ابھی منگوا دیجئے۔'' انہوں نے جیب سے پرس نکالتے ہوئے کہا اور پھر کچھ نوٹ نکالے تھے اور رضوی کے سامنے ڈال دیئے۔

''بہت بہتر جناب......ابھی منگواتا ہوں۔'' اس نے نوٹ اٹھاتے ہوئے کہا اور خود بھی اٹھ گیا۔ اس کے بعد خان تجمل نے فون پر گھر کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ جواب ملنے پر

ماؤتھ پیس میں بولے۔ ''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ شازیہ گھر پر نہ ہوگی۔ مجھے علم ہے کہ وہ کہاں ہے۔ جلد واپس آ جائے گی۔ پڑوس میں تلاش کرنا بند کر دو۔''

''آخر کہاں ہے؟'' دوسری طرف سے بڑی بیٹی آسیہ کی آواز آئی تھی۔

''میں کہتا ہوں فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ گھر میں سب کو بتا دو کہ اسے چھوٹے چچا لے گئے ہیں۔ دو تین دن بعد واپس آ جائے گی۔ جلدی میں تھے اس لئے گھر میں کسی کو نہ بتا سکے۔ مجھے فون کر دیا ہے۔''

''حقیقت کیا ہے پاپا'' دوسری طرف سے آسیہ کی گھمبیر سی آواز آئی۔

''گھر آ کر بتاؤں گا۔ دوسروں سے یہی کہنا جو میں نے بتایا ہے۔'' کہتے ہوئے انہوں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ بات کو آگے نہیں بڑھانا چاہتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جس نے ان کی اور شازیہ کی گفتگو کے دوران میں مداخلت کی تھی۔

''میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں خان تجمل۔''

''مجھے افسوس ہے کہ انہیں لے جانے والے میرے نائب کے لئے اجنبی تھے۔''

''کیا کئی لوگ تھے؟''

''ڈی آئی جی کے علاوہ دو آدمی۔''

''پتا لگاؤ کہ وہ دونوں کون تھے اور قیدیوں کو اب کہاں رکھا گیا ہے۔''

''میرے بس سے باہر ہے۔''

''تو پھر شازیہ سے بھی ہاتھ دھو رکھو۔ شاید وہ تیرہ سال کی ہے۔''

''تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں تلاش کر کے فنا کر دوں گا۔''

''ضرور کوشش کرو۔ تمہارے ہی شہر میں مقیم ہوں اور شازیہ بھی میرے ساتھ ہی ہے۔''

''اگر تم ایسے ہی جیالے ہو تو اس بچی کی بجائے مجھے ہی یرغمال بنانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ ہو سکتا ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ مجھے علم ہو سب باتوں کا۔''

''نہیں......تم نہیں جانتے۔ ورنہ اب تک اُگل چکے ہوتے۔''

''میں کہتا ہوں شازیہ کو واپس کردو۔ تب ہی معاملے کی بات ہوسکتی ہے۔''

''اسکی طرف سے بےفکر رہو۔ وہ بہت آرام سے ہے اور اسے ہم سے کوئی شکایت نہیں۔''

''میں کوشش کروں گا...... معلومات حاصل کرنے کی۔''

''بس تو پھر شازیہ کو بھی محفوظ سمجھو۔ کل دس بجے تک کی مہلت دی جاتی ہے۔''

سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر انہوں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ان کی جیپ ڈی آئی جی کے آفس کی طرف جا رہی تھی اور وہ سوچ رہے تھے کہ اغوا کنندگان بہت باخبر معلوم ہوتے ہیں۔ انہیں اس بھاگ دوڑ کا بھی علم ہوجائے گا اور وہ ان کی طرف سے کسی قدر مطمئن ہوجائیں گے اور شازیہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیں گے۔

خان تجمل کا براہِ راست ڈی آئی جی تک پہنچنا غیر معمولی بات تھی۔ اس نے انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''خیریت تو ہے خان صاحب۔''

''خیریت ہی تو نہیں ہے حضور۔'' انہوں نے گلوگیر آواز میں کہا اور اپنی داستان دہرانے لگے۔ ڈی آئی جی بھی غور سے سن رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں تشویش کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

''یہ تو بہت بُری خبر سنائی تم نے۔'' اس نے مغموم لہجے میں کہا۔ ''لیکن خان صاحب میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ دونوں عورتیں اب کس جیل منتقل کی گئی ہیں۔ شاید کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے علاوہ کسی اور کو بھی نہ معلوم ہو۔ وہی دونوں انہیں لے گئے تھے۔ منتقلی کے لئے اوپر سے احکامات آئے تھے۔ ٹاپ سیکرٹ معاملہ ہے۔''

''یہ تو میں بھی جانتا ہوں ورنہ کاغذات میں صرف نمبروں کی بجائے ان کے نام بھی ہوتے۔'' خان تجمل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے لئے کیا کروں۔ ویسے اپنی مدد کے لئے جتنی فورس چاہو لے سکتے ہو۔ میں احکامات جاری کئے دیتا ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ جناب...... لیکن فورس سے کام تو اس وقت چل سکتا ہے جب ہمیں

اغوا کنندگان کے ٹھکانے کا علم ہو جائے۔ وہ اتنے دلیر معلوم ہوتے ہیں کہ کسی قسم کی شرائط بھی عائد نہیں کیں۔ یعنی میں جس سے چاہوں اس کا تذکرہ کر سکتا ہوں۔ وہ قطعی محفوظ ہیں۔''

''اسی لئے تو معاملہ زیادہ تشویش ناک نظر آ رہا ہے۔ ویسے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس سلسلے میں کرنل فریدی سے بات کرو۔''

''میری جان پہچان نہیں ہے ان لوگوں سے۔''

''میں تعارفی خط لکھ دوں گا۔''

''بہت بہت شکریہ جناب۔''

ڈی آئی جی نے سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر کچھ لکھنا شروع کیا تھا اور خان تجمل سر جھکائے بیٹھے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ڈی آئی جی نے اپنے تعارفی نوٹ کو ملفوف کر کے ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ ''وش یو گڈ لک''

''بہت بہت شکریہ جناب۔ اب اجازت دیجئے۔''

''خدا حافظ۔'' اس نے اٹھ کر ان سے مصافحہ کیا۔

اب ان کی جیپ فریدی کے آفس کی طرف جا رہی تھی۔ لیکن اس تک پہنچنا آسان نہیں تھا۔ کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد بالآخر اس کے روبرو ہونا نصیب ہوا تھا۔ ڈی آئی جی کا نوٹ پڑھ کر اس نے ترحم آمیز نظروں سے خان تجمل کی طرف دیکھا تھا۔

''مجھے بے حد افسوس ہے کیپٹن۔'' اس نے کہا۔

''میں بہت پریشان ہوں کرنل فریدی۔''

''ظاہر ہے۔ ویسے آپ اس بندر کے بارے میں اور کیا بتا سکیں گے۔''

''کچھ بھی نہیں...... میں نے اُسے نہیں دیکھا۔ شازیہ کے بیان کے مطابق وہ عام بندروں سے کسی قدر بڑا تھا۔''

''اُوہ......!''

خان تجمل خاموشی سے اس کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''آپ اغوا کنندگان کو ہمارے نام بتا سکتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے گا کہ منتقلی ہمارے

توسط سے عمل میں آئی تھی۔ لیکن میں جگہ نہیں بتا سکوں گا۔ شاید کام چل جائے۔ پھر میں دیکھوں گا کہ وہ کون لوگ ہیں۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ میرا نام لے سکتے ہیں۔ پھر وہ لوگ خود سمجھ لیں گے کہ میں جگہ کا تذکرہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا آپ کو بھی اس کا علم نہیں ہو سکتا۔"

"بہت بہت شکریہ کرنل۔"

"اس کے علاوہ اگر اور کوئی خاص واقع رونما ہو تو مجھے ضرور مطلع کیجئے گا۔ آفس میں نہ ملا تو گھر پر ہوں گا۔ گھر پر عدم موجودگی کی صورت میں آپ اپنا پیغام ریکارڈ کرا سکیں گے۔"

"بہت بہتر۔" خان تجمل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

خان تجمل وہاں سے بھی رخصت ہو کر اپنے آفس کی طرف چل پڑے۔ گھر جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ خاندان والوں کو کیا بتاتے۔ آسیہ نے پہلے ہی وعدہ لے لیا تھا کہ وہ اسے اصل واقعات سے آگاہ کر دیں گے۔ اغوا کنندگان نے دوسرے دن دس بجے کال کرنے کو کہا تھا۔ لہٰذا فی الحال اس سے بھی گفتگو کرنے کا امکان نہیں تھا۔ ویسے وہ سوچ رہے تھے کہ اب کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ اپنے آفس پہنچے تو نائب نے طلب کئے ہوئے کارتوس بھی حوالے کر دیئے۔

بیٹھے ہوئے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے بے صبری سے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے شازیہ کی آواز آئی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک اور آواز سنائی دی۔ شازیہ کو کوئی ریسیور رکھ دینے کو کہہ رہا تھا۔ پھر وہ اسے پکارتے ہی رہ گئے تھے۔ مگر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز آئی تھی اور وہ دانت پیستے ہوئے کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گئے تھے۔

خونی ٹائپ رائٹر

ناشتے کے لئے اسے دوسرے کمرے میں لے جایا گیا تھا۔ پچھلی رات تک کھانا اسی کمرے میں پہنچایا گیا تھا جہاں وہ سوئی تھی۔ صبح ایک بوڑھی عورت آئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ ناشتہ دوسرے کمرے میں ہوگا۔

یہاں ناشتے کی میز پر دو عجیب الخلقت آدمی نظر آئے۔ ایک بے حد دبلا پتلا اور انتہائی لمبا تھا اور دوسرا اس حد تک پستہ قد کی زیادہ سے زیادہ چار فٹ کا رہا ہوگا۔ چہرہ چھپا لیتا تو دس سال کا بچہ معلوم ہوتا۔

''آؤ...... آؤ......!'' لمبے آدمی نے بڑے پیار سے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب والی کرسی پر بٹھا لیا۔

''میں یہاں موجود ہوں اسے ذہن میں رکھنا۔'' چھوٹے آدمی نے کہا۔

''بکواس بند کرو۔''

''آؤ بچی...... ادھر...... میری گود میں بیٹھ جاؤ۔''

''ہرگز نہیں۔'' چھوٹا آدمی اچھل کر کرسی پر کھڑا ہو گیا۔ اسکا جھریایا ہوا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''بیٹھ جاؤ...... بیٹھ جاؤ۔'' لمبا آدمی ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔''

چھوٹا آدمی بڑبڑاتا ہوا بیٹھ گیا۔ ''پتا نہیں کس گندی کتیا نے جنا ہے تمہیں۔''

''چلو کھاؤ۔'' لمبے آدمی نے شازیہ سے کہا۔

''آخر مجھ سے کیا قصور ہوا ہے۔ مجھے کیوں قید کر رکھا ہے تم لوگوں نے؟'' شازیہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''بس ذرا دیر اور کی بات ہے۔ دس بجے تمہارے پاپا سے باتیں ہوں گی اگر مجھے معلومات حاصل ہو گئیں تو پھر تمہیں گھر پہنچا دیا جائے گا۔''

''کھاؤ بے بی۔'' چھوٹے آدمی نے کہا۔ ''ان باتوں میں نہ پڑو۔''

''تو وہ بندر تم ہی رہے ہو گے۔''

''ہاں بے بی...... میں ہی تھا۔''

''مجھے میرا قصور بتاؤ۔''

''یہاں اپنے قصور پر کون پکڑا جاتا ہے۔''

''باتیں نہیں۔'' لمبا آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''ناشتہ کرو اور اسے ہمیشہ یاد رکھنا کہ لالچ بُری بلا ہے۔ تم میکس فیکٹر کے بیوٹی بکس کے لالچ میں اس بندر کے چکر میں پڑی تھیں۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب کبھی اپنی استطاعت سے بڑھ کر خواہش نہیں کروں گی۔''

''اور پریوں کے وجود پر بھی یقین نہیں رکھو گی۔'' لمبا آدمی ہنس کر بولا۔ ''تمہاری عمر کیا ہو گی۔''

''تیرہ سال۔''

''چار سال بعد بالکل جوان ہو جاؤ گی۔''

''پھر تم نے بکواس شروع کر دی۔'' چھوٹا آدمی بھنا کر بولا۔

''چپ رہ چھپکلی کے بچے...... ورنہ مسل دوں گا۔''

''آؤ......!'' چھوٹا آدمی کرسی سے اچھل کر الگ ہٹتا ہوا بولا۔ ''اگر تمہاری اونٹنی ماں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔''

شازیہ نے لمبے آدمی کی طرف دیکھا۔ وہ اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے کسی ناسمجھ بچے کی لاف وگزاف سے محظوظ ہو رہا ہو۔

''آؤ نا...... دیکھوں کتنا دم ہے تم میں۔'' چھوٹا آدمی ہاتھ ہلا کر بولا۔

''سخت احسان فراموش ہو تم۔ میں نے تمہیں رہائی دلائی ہے۔'' لمبے آدمی نے کہا۔

''اور اس کے عوض مسلسل میری توہین کئے جا رہے ہو۔''

''بادشاہ ہوں۔ جو چاہوں کروں۔''

''دو منٹ میں تارے نظر آ جائیں گے بادشاہ سلامت اگر مجھ سے الجھے۔''

''چلو بیٹھو...... چائے پیئو...... میں اس بچی کی موجودگی میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔''

شازیہ کو اس ننھے منے بچے کی جرأت پر تعجب ہو رہا تھا۔ ناشتے کے بعد بھی وہ وہیں بیٹھے رہے تھے۔ لمبے آدمی نے فون اٹھا کر سامنے رکھ لیا تھا۔ ٹھیک دس بجے اس نے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''ہاں میں ہی ہوں...... ٹھیک...... کیا کہا...... نہیں ہرگز نہیں۔ اس میں دھوکے کی کوئی بات ہی نہیں۔ دیکھو خان تجمل۔ مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کرو۔ تمہارے فرشتے بھی مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ میں کوئی ٹٹ پونجیا مجرم نہیں ہوں۔ اگر میرا نام سن لو تو تمہیں بھی چکر آ جائیں۔ لہٰذا اس بات کو یہیں ختم کر دو۔ کیا کہا...... تحریر میں...... اچھی بات ہے۔ یہی سہی۔ ایک ہاتھ سے لفافہ دو اور دوسرے ہاتھ سے لڑکی لو۔ لیکن تمہارا غیر مسلح ہونا ضروری ہے اور تم اپنے ماتحتوں کو بھی ساتھ نہیں لاؤ گے۔ اگر مجھے اس کا شبہ بھی ہو گیا تو لڑکی تمہیں زندہ نہیں ملے گی...... اُوکے...... میں اعتبار کرتا ہوں تمہاری بات پر...... ہاں ہاں...... وہ بعافیت ہے۔ تم اس کی آواز سن سکتے ہو۔'' اس نے ریسیور شازیہ کی طرف بڑھا دیا۔ شازیہ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ریسیور تھاما تھا اور بولی تھی۔

''ہیلو پاپا...... میں بالکل ٹھیک ہوں۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔''

اس نے کچھ اور کہنا چاہا تھا لیکن لمبے آدمی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور جھپٹ لیا۔ شازیہ نے بے بسی سے چھوٹے آدمی کی طرف دیکھا تھا۔

''فکر نہ کرو...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس نے اُسے تسلی دی۔

لمبا کہہ رہا تھا۔ ''ایک بار پھر سن لو...... اگر تم نے معاہدے کے خلاف ایک قدم بھی اٹھایا تو نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔''

پھر ریسیور رکھ کر اس نے شازیہ سے پوچھا تھا۔ ''تمہارا باپ کیسا آدمی ہے۔''

''بہت اچھے آدمی ہیں۔ نہ سفارش سنتے ہیں اور نہ رشوت لیتے ہیں۔ تحائف بھی واپس کر دیتے ہیں۔''

''میرا مطلب ہے جو کچھ زبان سے کہتے ہیں وہی کرتے ہیں یا اس کے خلاف بھی۔''

''میں نے تو نہیں دیکھا کہ انہوں نے کبھی اپنا کوئی عہد توڑا ہو۔''

''یہ بڑی اچھی بات ہے۔ ورنہ میں عہد شکنوں کو سزا بھی دینا جانتا ہوں۔''

''تم آخر ہو کون......؟'' شازیہ جھنجھلا کر بولی۔

''بہت بُرا آدمی ہوں۔ جب تم سترہ برس کی ہو جاؤ گی تو تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔''

اس بار چھوٹے آدمی نے اس کے ہاتھ پر چمچہ مارا تھا۔ وہ اچھل پڑا۔

''او کتے کے پلّے تو ہوش میں ہے یا نہیں۔'' لمبا آدمی دہاڑا۔

لنگڑی اونٹنی کی اولاد میں بالکل ہوش میں ہوں اور تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ میں نے اس لڑکی کی حفاظت کرنے کی قسم کھائی تھی۔

''حد سے نہ بڑھو ورنہ پچھتاؤ گے۔ احسان فراموش کتے۔''

''بار بار احسان کا نام نہ لو۔ میں نے کسی سے درخواست نہیں کی تھی کہ مجھے رہائی دلائے۔ میں وہاں بہت آرام سے تھا۔ میرے ساتھ اچھا برتاؤ تھا ان لوگوں کا۔ مشرق میں ابھی آدمیت باقی ہے۔''

''مشرق کے بچے! خود کو قابو میں رکھو ورنہ بہت سخت سزا دوں گا۔''

فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے حمید کی آواز آئی تھی۔

''خان تجمل گھر سے نکل چکا ہے۔ اس کی جیپ عالمگیر روڈ پر مشرق کی طرف جا رہی ہے۔ تنہا ہے......وردی میں بھی نہیں ہے۔''

''تعاقب جاری رکھو۔'' فریدی نے کہا۔ ''کیا تم میک اپ میں ہو۔''

''جی ہاں......!''

''ٹھیک ہے کوئی نئی بات ہو تو مجھے مطلع کر دینا۔''

''بہت بہتر۔''

فریدی نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ سرخ رنگ والے انسٹرومنٹ کی گھنٹی بجنے لگی۔ دوسری طرف سے ڈی آئی جی پوچھ رہے تھے۔ ''تجمل کی لڑکی ملی یا نہیں۔''

''ابھی نہیں جناب...... میں پوری طرح تعاون کر رہا ہوں۔''

''ہاں...... وہ بہت پریشان ہے۔ کیا اس نے تمہیں پوری کہانی سنائی ہے۔''

''جی ہاں...... شاید آپ اس بندر سے متعلق میرا خیال جاننا چاہتے ہیں۔''

''تم ٹھیک سمجھے۔''

''میری دانست میں وہ فنچ ہی ہوسکتا ہے اور بندر کی کھال میں ہی جیل سے فرار ہوا ہوگا۔ ان اطراف میں بندروں کی کثرت ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بندر کی کھال جیل میں کیونکر پہنچی۔''

''روئی کی گانٹھوں میں جاسکتی ہے۔ سوت کاتنے کے لئے پچھلے ہی مہینے کئی گانٹھیں جیل میں پہنچی تھیں۔ غالباً انہیں کھول کر چیک نہیں کیا جاتا۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جیل کے اندر بھی کوئی مددگار موجود ہے۔''

''اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔'' ڈی آئی جی نے کہا۔ ''اگر وقت ہو تو میرے آفس چلے آؤ۔''

''بہت بہتر۔'' اس نے کہا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر خود بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے لیڈی انسپکٹر ریکھا کو طلب کر کے کہا تھا۔

''تم یہیں بیٹھو اور حمید کی رپورٹ ریکارڈ کرتی رہو۔ اگر ضرورت ہو تو ڈی آئی جی کے آفس مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔''

''بہت بہتر جناب۔'' اس نے سرخ رنگ کے انسٹرومنٹ پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

فریدی نے پارکنگ شیڈ سے گاڑی نکالی تھی اور ڈی آئی جی کے دفتر کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ وہ اپنے آفس میں تنہا ہی تھا۔ اُٹھ کر فریدی کا استقبال کیا تھا اور سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''بیٹھو...... کوئی ضروری کام تو نہیں کر رہے تھے۔''

''تھا تو ضروری ہی مگر اب دوسرے کو سونپ آیا ہوں۔''

''سوال تو یہ ہے کہ فنچ کو ان دونوں سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔''

''وہ کسی کے لئے کام کر رہا ہوگا۔ ہو سکتا ہے انہی لوگوں کی مدد سے جیل سے فرار ہوا ہو۔ آخر انہوں نے سنگ ہی کو بھی تو انگیج کرلیا ہے۔ اب وہ زیرو لینڈ کا ایک ایجنٹ ہے۔ بڑے مجرموں کو وہ اس طرح اپنی تنظیم میں شامل کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ فنچ کو اسی لئے رہائی دلائی گئی ہے۔ وہ ان دونوں کی تلاش کرے۔ آپ خود خیال فرمایئے اگر کوئی بندر کسی جیل کی چھت پر نظر آئے تو زیادہ سے زیادہ یہی کیا جائے گا کہ اسے پتھر مار کر بھگا دیا جائے گا۔ گولی تو نہیں ماری جائے گی۔''

''تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔''

''اب مجھے اس ٹھیکیدار کی تلاش ہے جس نے روئی کی گانٹھیں بھجوائی تھیں۔ لیکن وہ آج کل شہر ہی میں موجود نہیں ہے۔''

''ان لاشوں کی شناخت ہو سکی یا نہیں۔''

''نہیں جناب......! انکا پوسٹ مارٹم کر دیا گیا ہے۔ نتیجہ وہی رہا یعنی الیکٹرک شاک۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''اور جو کچھ بھی تھا انہی انگشتریوں میں تھا۔''

''ہاں تم نے کسی کتے کا بھی ذکر کیا تھا۔''

''جی ہاں......اس کے سلسلے میں یہی رپورٹ ہے اور ساری اموات ایک ہی وقت میں ہوئی تھیں۔''

''اور اس کتے کا مالک بھی نہیں مل سکا۔''

''نہیں جناب۔''

''بس تو پھر یہی سمجھو کہ تمہیں الجھائے رکھنے کے لئے یہ حرکت ہوئی ہے۔ تا کہ فنچ اور ان دونوں کی طرف سے تمہارا ذہن ہٹا رہے۔''

''کوئی خاص بات نہیں۔ بارہا ایسے حالات سے گزر چکا ہوں۔'' فریدی بولا۔

''تم چائے پیئو گے یا کافی۔''

''فی الحال کسی چیز کی بھی خواہش نہیں ہے۔''

''تجمل کی لڑکی مل جائے تو مطلع کر دینا۔''

''بہت بہتر جناب۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

وہ اپنے آفس پہنچا تھا۔ ریکھا اب اسے دیکھ کر بولی۔ ''بس میں آپکو فون کرنے ہی والی تھی۔''

''کوئی خاص بات؟''

''خان تجمل ابھی ابھی راٹیلے ہوٹل میں داخل ہوا ہے۔ تنہا ہے۔ اسکے ساتھ کوئی اور نہیں۔ حمید صاحب پوچھ رہے ہیں کہ وہ باہر ہی ٹھہر کر انتظار کریں یا خود بھی اندر تشریف لے جائیں۔''

''کیا تم نے ہولڈ آن کرا رکھا ہے۔''

''جی ہاں......!''

''لاؤ ریسیور مجھے دو...... ہیلو...... ہاں......نہیں تم باہر ہی ٹھہرو۔ ہمیں فی الحال صرف حالات کا اندازہ لگانا ہے۔ ٹھیک ہے۔''

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ ریکھا کی طرف مڑا۔

''کیا تم کوئی خاص کام کر رہی ہو۔''

''جی نہیں۔''

''ہوسکتا ہے تھوڑی دیر بعد میں پھر تمہیں طلب کروں۔''

''بہت بہتر۔ میں دراصل ایک شکایت لے کر آپ کے پاس آئی تھی۔''

''کہو کیا بات ہے؟''

''حمید صاحب نے پھر اس موٹے بھینسے کو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔ کل وہ ایک ٹرک پر ڈھائی سو گملے لاد کر میرے گھر پہنچا تھا۔''

''اُوہو......تب تو تمہارا لان بھر گیا ہوگا۔''

''سنئے تو سہی...... پتا نہیں ان حضرت نے کیا پٹی پڑھائی تھی ہر گملے میں دھتورے کا پودا تھا۔ موٹا کہنے لگا اسی ہفتے کے اندر اندر بھنگ کے بھی ڈھائی سو گملے مہیا کر دوں گا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حمید کو کس طرح ٹھیک کروں۔''

''موٹا یہ بھی کہہ رہا تھا دھتورے اور بھنگ کے پودے ایٹمی تابکاری کے اثرات سے محفوظ رکھتے ہیں۔''

''میں قاسم کو سمجھا دوں گا۔ اس پر بھی باز نہ آیا تو تم خود ہی کسی دن اسے پکڑوا کر دو تین دن کے لئے بند کرادو۔ عقل ٹھکانے آ جائے گی۔''

''بس میں آپ کی طرف سے اجازت چاہتی تھی۔''

''جواز بھی ہوگا تمہارے پاس۔ جب وہ بھنگ کے پودے لائے۔''

''میں نے بھی یہی سوچا تھا۔''

فون کی گھنٹی پھر بجی اور فریدی نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے حمید ہی کی آواز آئی تھی۔ ''وہ اپنی لڑکی سمیت ہوٹل سے باہر آیا ہے اور اب جیپ میں بیٹھ رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ اسے گھر تک پہنچا کر واپس آ جاؤ۔''

''خود کو ظاہر کروں یا نہیں۔''

''ہرگز نہیں۔''

''اُوکے فادر......!''

فریدی نے ریسیور رکھ کر ریکھا سے کہا۔ ''تم تھوڑی دیر بعد خان تجمل کے گھر چلی جانا اور اسکی لڑکی سے معلومات حاصل کرنیکی کوشش کرنا۔ اغوا کنندگان کے حلیئے ضرور نوٹ کرلانا۔''

''بہت بہتر جناب۔''

وہ چلی گئی اور فریدی نے ڈی آئی جی کو لڑکی کی بازیابی کی اطلاع دے کر اپنی میز کی دراز مقفل کی اور پھر آفس سے نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی راٹیلے ہوٹل کی طرف جا رہی تھی۔

منیجر اسے دیکھتے ہی بوکھلا گیا۔ شاید پہچانتا تھا۔

''فرمائیے میرے لائق کوئی خدمت جناب۔''

''کچھ نہیں......بس ایک کپ کافی کے لئے چلا آیا ہوں۔''

''بہت بہتر......تشریف رکھئے جناب۔ ابھی حاضر کی جاتی ہے۔'' اس نے کہا اور کچن

کی طرف بڑھ گیا تھا۔ فریدی نے ہیڈ ویٹر کو اشارے سے بلایا اور آہستہ سے بولا۔ ''کیا یہاں کوئی بے حد پستہ قد آدمی بھی مقیم ہے۔''

''پچھلے ہفتے کی بات ہے جناب۔ اس نے دو دن قیام کیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بہت لمبا آدمی بھی تھا۔ چینیوں کی سی شکل تھی۔''

''اُوہ......!''

وہ خاموش کھڑا رہا۔ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''آج یہاں ایک مغویہ کی بازیابی ہوئی ہے اور معاوضے کی رقم انہی دونوں نے وصول کی ہے۔''

''ہوسکتا ہے جناب! لیکن میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ ممکن ہے کسی کمرے میں یہ معاملہ ہوا ہو۔ میں تو صبح ہی سے ہال میں ہوں۔''

''اگر وہ پھر نظر آئیں تو اس پتے پر مطلع کر دینا۔'' فریدی نے اپنا کارڈ اسے دیتے ہوئے کہا۔

''بہت بہتر جناب۔'' اس نے کارڈ دیکھے بغیر جیب میں رکھ لیا تھا اور بولا تھا۔ ''اور کوئی خدمت جناب۔''

''نہیں......بس جاؤ......شکریہ......لیکن یہ بات ہم دونوں کی حد تک رہے گی اور تمہیں خاطر خواہ انعام بھی ملے گا۔''

''میں سمجھتا ہوں جناب۔'' وہ مسکرایا تھا۔

اسکے چلے جانے کے بعد منیجر دکھائی دیا۔ اپنی نگرانی میں فریدی کے لئے کافی لایا تھا۔

''آپ بھی تو بیٹھئے۔''

''جی......جی ہاں......شکریہ۔''

''آج کل آپ کے یہاں فلور شو نہیں ہو رہا۔''

''نہیں جناب۔ یہ چکر ہی ختم کر دیا۔ بڑا ہنگامہ ہوتا تھا۔''

''ہنگامہ؟ میں نہیں سمجھا۔''

''کوئی پندرہ دن پہلے کی بات ہے کہ ایک قتل ہوتے ہوتے رہ گیا۔''

''وہ کس طرح؟''

''ایک مقامی رقاصہ تھی۔ اس کے کسی شناسا نے چھیڑ دیا تھا۔ بس پھر کیا تھا کئی تماشائی اس پر ٹوٹ پڑے۔ بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔''

''کیا وہ بہت لمبا اور چینیوں جیسی شکل والا تھا۔''

''جی نہیں...... اُوہ......!'' منیجر ہنس پڑا اور پھر خفیف ہو کر بولا۔ ''معاف فرمایئے گا۔ مجھے وہ دونوں یاد آ گئے تھے۔''

''کون دونوں؟''

''ایک بے حد لمبا تھا اور دوسرا اتنا ہی چھوٹا۔ غالباً لمبے آدمی کی شکل چینیوں جیسی تھی۔''

''کس نمبر کے کمرے میں مقیم تھے؟''

''اٹھائیس نمبر میں غالباً۔ شاید انہوں نے وہ کمرہ ابھی تک چھوڑا نہیں ہے۔''

''ذرا میں ایک فون کال کرنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور......ضرور......!''

فریدی کاؤنٹر پر آیا۔ خان تجمل کے گھر کے نمبر ڈائیل کئے۔

''خان تجمل کو بلایئے گا۔ میں فریدی بول رہا ہوں۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ چند لمحے منتظر رہا پھر دوسری طرف سے خان تجمل کی آواز آئی تھی۔

''شکریہ کرنل صاحب! آپ کے محکمے کی ایک خاتون بچی سے گفتگو کر رہی ہیں۔''

''یہ بتایئے کہ وہ آپ کو کس کمرے میں ملی تھی۔''

''کمرہ نمبر اٹھائیس میں۔''

''وہاں اور کون تھا......؟''

''کوئی بھی نہیں......تنہا تھی۔''

''پھر آپ نے معلومات کس طرح پہنچائیں۔''

''عین وقت پر اس نے مطلع کیا تھا کہ لفافے پر کمرہ نمبر اٹھائیس لکھ کر راٹیلے ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک کے حوالے کردوں گا۔''

''اُوہ...... بچی تو بعافیت ہے نا؟''

''جی ہاں......آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اگر آپ کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو نہ جانے کیا ہوتا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' فریدی نے کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ کاؤنٹر کلرک اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''کہاں ہے وہ لفافہ جو اٹھائیس نمبر کے لئے دیا گیا تھا۔'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی....میں نے کی بورڈ پر لگا دیا تھا۔'' اس نے مڑ کر بورڈ کیطرف دیکھتے ہوئے کہا۔

خود فریدی بھی تیزی سے کی بورڈ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اٹھائیس نمبر کے نیچے ایک لفافہ لگا ہوا نظر آیا جس پر خود اسی کا نام ٹائپ کیا ہوا تھا۔

''یہ میرے نام ہے۔ اُسے نکالئے۔'' اس نے کلرک سے کہا۔

کلرک نے لفافہ نکالا تھا اور نام پڑھتے ہی لفافہ فریدی کی طرف بڑھا دیا تھا۔ ٹائپ ہی کیا ہوا خط لفافے سے برآمد ہوا تھا۔ اس نے خط پر نظر ڈالی۔

''کرنل فریدی! تمہارے سکون کے دن ختم ہوئے۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو اس جگہ کا پتہ بتا دو جہاں دونوں بڑی عورتیں رکھی گئی ہیں۔ ان کی رہائی کا کام مجھے سونپا گیا ہے اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکو گے۔''

اس نے خط پڑھ کر طویل سانس لی اور خط کو جیب میں رکھتا ہوا میز کی طرف پلٹ آیا۔

''کافی تو ٹھنڈی ہوگئی ہے جناب۔'' منیجر نے کہا۔

''اٹھائیس نمبر کی تلاشی کے لئے مجھے سرچ وارنٹ حاصل کرنا پڑے گا۔''

''اصولاً تو یہی ہونا چاہیئے کرنل صاحب! اگر وہ دونوں باضابطہ طور پر ملزم ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' فریدی نے کہا تھا اور پھر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر سرچ وارنٹ آ گیا تھا۔ حمید ہی لایا تھا اور ریکھا بھی وہیں آ گئی تھی۔ اس نے بھی

ایک لمبے اور ایک مختصر سے آدمی کی کہانی سنائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ دونوں کے درمیان ہر وقت جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔

کمرے کا قفل کھولا گیا۔ وہاں ایک ٹائپ رائٹر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ فریدی نے اپنے محکمے کے فنگر پرنٹ سیکشن کے لوگوں کو بھی طلب کرلیا تھا۔ انہوں نے انگلیوں کے نشانات کی تلاش بھی شروع کردی تھی۔

ٹائپ رائٹر پر بھی پاؤڈر چھڑکا گیا تھا۔ پھر جیسے ہی تصویریں اتارتے وقت فوٹو گرافر کا ہاتھ کی بورڈ پر پڑا ٹائپ رائٹر ایک زور دار دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا اور وہ سب بوکھلا کر گیلری میں نکل آئے۔ دروازے سے کثیف دھواں باہر نکل رہا تھا۔

''فائر بریگیڈ اسٹیشن کو فون کردو۔'' فریدی زور سے چیخا۔

گیلری میں پہنچنے والے کچھ لوگ بھی زخمی ہوگئے تھے۔ دھماکے سے پوری عمارت میں کھلبلی پڑگئی تھی اور منیجر بوکھلایا ہوا ادھر سے اُدھر دوڑتا پھر رہا تھا۔

فریدی نے اُسے کہتے سنا۔''میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ کوئی چکر ہے۔ ورنہ یہ حضرت یہاں کیوں تشریف لاتے۔''

حمید فائر بریگیڈ کو فون کرکے واپس آیا تو دھواں صاف ہوچکا تھا اور فوٹو گرافر کی لاش قریب ہی پڑی ہوئی تھی۔

فریدی خالی خالی نظروں سے لاش کی طرف دیکھے جارہا تھا۔

''کیا یہ مناسب تھا......؟'' حمید آہستہ سے بولا۔

''بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ سب کچھ سنگ کے توقعات کے عین مطابق ہوا ہے۔''

''وہ بے چارہ مفت میں مارا گیا۔''

''میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ کسی چیز کو ہاتھ لگائے بغیر کام کیا جائے۔''

''غالباً کی بورڈ پر اس کا ہاتھ پڑگیا تھا۔''

''ہاں میں نے یہی دیکھا تھا۔''

لاش اٹھ جانے کے بعد وہاں سے روانگی ہوئی تھی۔ فریدی کے چہرے پر کچھ عجیب

سے آثار تھے۔ جن میں تشویش، جھنجھلاہٹ اور ندامت سب ہی کی پرچھائیاں تھیں۔ حمید اسی گاڑی میں تھا۔ اس کی گاڑی رمیش لے گیا تھا۔

''اب کیا خیال ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''اس کنٹریکٹر کو دیکھوں گا جو جیل کے لئے روئی کی گانٹھیں سپلائی کرتا ہے۔''

''جیل کے اندر بھی کوئی نہ کوئی مدد گار مل سکے گا۔''

''کنٹریکٹر سے ہی اس کا سراغ بھی مل سکے گا۔''

''تو آپ جانتے ہیں کہ وہ دونوں اب کہاں لے جائی گئی ہیں۔'' حمید نے کہا لیکن فریدی نے اس کا کوئی جواب دینے کی بجائے کہا تھا۔ ''تم بہت زیادہ محتاط رہنا۔ خان تجمل نے ہم دونوں ہی کا نام لیا ہوگا۔''

''مجھے آپ کی فکر ستا رہی ہے۔''

فریدی کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور نگاہ ونڈ اسکرین پر تھی۔ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''فی الحال آپ کنٹریکٹر کو نظر انداز ہی کر دیجئے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کام سنگ کی توقعات کے مطابق نہ ہو۔''

''سوچ تو میں بھی یہی رہا تھا کیونکہ کمرہ نمبر اٹھائیس کے بعد میرا رخ کنٹریکٹر ہی کی طرف ہونا چاہئے۔ سنگ کا یہی اندازہ ہوگا۔''

''بس! پھر گول کیجئے۔ کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھئے۔''

''تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤں۔''

''نہیں! میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیے۔ کیا میں آج کل آپ کو یتیم یتیم سا نہیں لگ رہا۔''

''لگ تو رہے ہو...... کیا بات ہے۔''

''کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ڈی آئی جی کی اسٹینو روحی پسند آ گئی ہے۔ لیکن وہ گھاس نہیں ڈالتی۔''

''تمہارے سینگ اُگ آئے ہوں گے۔''

''مجھ سے زیادہ گلفام لوگ آ گئے ہیں محکمے میں۔ سنا ہے اب لیفٹیننٹ جعفری کو اپنی ماتحتی میں لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

''فکر نہ کرو...... میں نے آج تک کوئی اسٹینو نہیں رکھی۔ رہ گئی ریکھا تو وہ بے حد گھاگ ہے۔''

''روحی جعفری ہی کے چکر میں ہے۔''

''تم تو ایسی لڑکیوں کے چکر میں نہیں پڑتے تھے جو کسی دوسرے کے چکر میں ہوں۔''

''مجھے ضد ہوگئی ہے ان لوگوں سے۔''

''شاید بڑھاپے کا حملہ ہوگیا ہے تم پر۔ جوانوں کو اس کی فکر کہاں ہوتی ہے۔ ایک نکل گئی...... دوسری آئے گی۔''

''بڑی تجربہ کاری کی باتیں کر رہے ہیں۔'' حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گاڑی کا انجن بے ہنگم سی آوازیں پیدا کر کے بالکل بند ہوگیا۔ بیچ سڑک پر گاڑی اچانک رکی تھی۔ پچھلی گاڑی کی ٹکر نے اُسے ہلا کر رکھ دیا۔ فریدی تو اسٹیئرنگ پر ٹک گیا تھا لیکن حمید کا سر ڈیش بورڈ سے جا ٹکرایا۔

داشت آید بکار

ٹکر مارنے والی گاڑی میں کوئی عورت چیخ رہی تھی۔ ان کے پیچھے ٹریفک رک گیا تھا۔ فریدی اور حمید اپنی گاڑی سے اُتر آئے۔ پچھلی گاڑی پر ایک سفارت خانے کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک سفید فام لڑکی نظر آئی۔ وہ تنہا تھی اور چیخ چیخ کر انہیں بُرا بھلا کہہ رہی تھی۔ ٹریفک کانسٹیبل بھی ان کی طرف جھپٹا۔

فریدی لڑکی سے کہہ رہا تھا۔ ''دیدہ دانستہ ایسا نہیں ہوا۔ اچانک میری گاڑی کا انجن سیز ہوگیا ہے۔''

''تم دیکھو......!'' لڑکی نے ٹریفک کانسٹیبل سے کہا۔ ''کیا یہ سچ ہے۔''

''مجھے افسوس ہے محترمہ۔'' ٹریفک سارجنٹ نے کہا۔ ''میں موٹر مکینک نہیں ہوں۔ ہاں صاحب! آپ اپنا ڈرائیونگ لائسنس نکالیے۔''

فریدی نے جیب سے لائسنس نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ لائسنس پر نظر پڑتے ہی اس کے ہاتھ کانپنے لگے اور اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں انہیں سلیوٹ کیا۔

''گاڑی کو سڑک کے کنارے لگانے میں میری مدد کرو۔''

''بہت بہتر جناب۔''

پھر گاڑی کو دھکے دے دے کر ایک جانب لایا گیا تھا۔ سفارت خانے والی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس کی بونٹ کو نقصان پہنچا تھا۔

''بڑی شرافت سے چلی گئی۔'' حمید بولا۔

''فکر نہ کرو۔ میں نے اُسے گاڑی کا نمبر نوٹ کرتے دیکھا تھا'' پھر اس نے ٹنکی کا ڈھکن کھول کر سوراخ سے ناک لگا دی تھی۔ اس کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ ''شکر۔''

''کیا مطلب......؟''

''ٹنکی میں شکر ڈالی گئی ہے۔''

''خدا غارت کرے۔''

''بیوہ عورتوں کی طرح کلکلانے لگے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''جاؤ......کہیں سے گھر فون کرو۔ ڈرائیور دوسری گاڑی لائے۔''

''ٹیکسی سے چلے چلتے ہیں۔'' حمید بولا۔

''اس وقت ہر ٹیکسی ہمیں جہنم کی طرف لے جائے گی۔ یہ حرکت ازراہِ تفنن نہیں ہوئی۔ عقل استعمال کرو۔''

وہ ایک قریبی ریستوران میں آئے تھے۔ جہاں سے حمید نے گھر فون کیا تھا اور وہیں

بیٹھ کر گاڑی کا انتظار کرنے لگے تھے۔

کچھ دیر بعد ٹریفک کانسٹیبل ریستوران میں داخل ہوا اور بڑے ادب سے بولا۔

''جناب وہ لڑکی کسی مکینک کو ساتھ لائی ہے اور اسے انجن دکھانا چاہتی ہے۔ میں نے انہیں روک دیا ہے کہ صاحب کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں ہو سکے گا۔''

''بہت خوب......!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں دیکھتا ہوں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ ٹریفک کانسٹیبل کے ساتھ اس جگہ آیا تھا جہاں گاڑی کھڑی تھی۔ لڑکی سے پہلے اس کی نظر موٹر مکینک پر پڑی۔ کیونکہ یہ دیو پیکر قاسم تھا جس نے مستریوں کی سی نیلے رنگ کی وردی پہن رکھی تھی اور اس وردی پر جا بجا کلونچ اور تیل کے دھبے تھے۔

''میں انجن دکھائے بغیر یقین نہیں کر سکتی۔'' لڑکی نے حمید سے کہا۔

''تم دیکھو گے انجن......؟'' حمید نے قاسم کو گھورتے ہوئے اردو میں کہا۔

''اے قیا قروں حمید بھائی...... میں فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا تھا۔ سالی نے غاڑی روک کر مجھ سے پوچھا کیا تم موٹر مکینک ہو میں نے بوکھلاہٹ میں کہہ دیا ہاں۔ جلدی سے بولی۔ بیٹھ جاؤ غاڑی میں۔''

''اور تم بوکھلاہٹ میں بیٹھ گئے۔'' وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

''اور قیا......!''

''اچھا تو اب انجن دیکھ کر اسے بتا دو کہ ٹنکی میں کسی نے شکر ڈالی تھی۔ انجن سیز ہو گیا ہے۔''

''اچھا...... اچھا...... جیسا تم کہو۔''

اس نے بونٹ اٹھایا۔ تھوڑی دیر تک انجن کو ٹھونک بجا کر دیکھتا رہا پھر ٹنکی کی طرف پلٹ آیا۔ ڈھکنا اٹھا کر سوراخ سے آنکھ لگا دی۔

''انجن سیز ہو گیا ہے مسی...... ٹنقی میں شکر ڈالی گئی تھی۔'' اس نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔

''اچھا......!'' لڑکی نے کہا اور حمید سے بولی۔ ''مجھے اپنی بدکلامی پر افسوس ہے۔ شاید تمہارے کسی دشمن نے یہ حرکت کی ہے۔ اگر لفٹ چاہتے ہو تو میری گاڑی حاضر ہے۔''

''شکریہ! ہم نے فون کر کے دوسری گاڑی منگوائی ہے۔''

''اچھا...... یہ لو میرا کارڈ...... جب چاہو مجھ سے مل سکتے ہو۔'' اس نے اسے اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا اور ہینڈ بیگ سے بیس روپے نکال کر قاسم کی طرف بڑھائے تھے۔ قاسم ہچکچایا تھا لیکن حمید جلدی سے بولا۔ ''ابے لے لے۔''

لڑکی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چل دی تھی اور حمید قاسم کے ہاتھ سے دونوں نوٹ لے کر ٹریفک کانسٹیبل کی طرف بڑھاتا ہوا بولا تھا۔ ''تم رکھ لو۔''

کانسٹیبل نے قاسم کی طرف دیکھا اور وہ اسے آنکھ مار کر بولا۔ ''رکھ لو...... رکھ لو...... میں دنیا کا سب سے بڑا مستری ہوں۔''

وہ روپے لے کر چلا اور حمید نے قاسم کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔''

''آج قل مشینوں سے دلچسپی ہوگئی ہے۔ اپنی ملوں کی مشینیں صاف کرتا پھر رہا ہوں۔ ابا جان نے کہا ہے قاسم یہی سیکھ لو۔''

''کاش تمہارا ابا جان میں ہوتا۔''

''جرا ہو قر تو دیکھو......!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''اور بیٹا یہ گاڑی میں شکر کیسی۔ اب اس طرح لونڈیوں سے جان پہچان پیدا قرتے ہو۔ ہائے ہائے کارڈ دے گئی ہے چھلو جان۔ مجھے اتنا دوڑایا اور بیس روپے تھما گئی سالی۔''

''اچھا اب دفع ہو جاؤ۔ کہیں لوگ مجھے بھی بھٹیارا نہ سمجھنے لگیں۔''

''اور تم قیا ہو۔ جرا اپنی شکل تو دیکھو۔ سالے قپتان بنے پھرتے ہیں۔''

''ارے ہاں وہ بھنگ کے پودے۔''

''منگوائے ہیں فرنٹیئر سے...... آجائیں گے تو پیش قردوں غا۔ لیکن پولیس والیوں سے دل نہیں ملتا۔''

''تم جانو......!'' حمید نے ریستوران کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

فریدی اس کا منتظر تھا۔ کہانی سن کر بولا۔ ''دیکھوں کارڈ۔''

حمید نے کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

''فیتی ایڈ ہاوز......!'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

''داشت آئید بکار...... دیکھا جائے گا۔'' حمید کارڈ اٹھا کر بولا۔

''تم اس کی طرف رخ بھی نہیں کرو گے۔''

''اور اگر خود اس نے میری طرف رخ کیا تو......؟''

''تب ...... خیر دیکھا جائے گا۔'' پھر دفعتاً فریدی چونک کر بولا۔ ''حمید صاحب! وہ بھی گیا ہاتھ سے۔''

''کون......؟''

''کنٹریکٹر...... ہم شاید اسی لئے روکے گئے ہیں کہ اس دوران میں اس کا کام بھی تمام کر دیا جائے۔ اٹھو...... شاید گاڑی بھی آ گئی ہے۔''

حمید نے صدر دروازے کی طرف دیکھا۔ ڈرائیور ریستوران میں داخل ہو رہا تھا۔ فریدی نے اسے باہر ہی ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔

''آخر اتنے دنوں تک آپ نے اسے کیوں ڈھیل دیئے رکھی۔''

''وہ شہر ہی میں موجود نہیں تھا۔ کچھ دیر پہلے اطلاع ملی تھی کہ وہ واپس گیا ہے۔ ٹھہرو...... پہلے میں اسے فون کرتا ہوں۔''

''کاؤنٹر پر آ کر اس نے کلرک سے فون طلب کیا تھا۔ پھر نمبر ڈائیل کر کے ریسیور کان سے لگایا ہی تھا کہ دوسری طرف سے کسی کی ''ہیلو'' سنائی دی۔

''کون بول رہا ہے......!'' فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''مجھے یقین تھا کہ ایسے حالات میں تم پہلے فون ہی کرو گے۔'' دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی۔

''تم کون ہو......؟''

''کوئی بھی ہوں لیکن اب تمہیں کوئی لاش نہیں ملے گی۔ کنٹریکٹر کی لاش سمندر میں پھینکوا دی جائے گی۔ ہم اتنے اناڑی نہیں ہیں کہ اپنے جیل والے ہمدرد کو تمہارے ہاتھ لگنے دیں گے۔''

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔

اس نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی۔

''کھیل ختم ہو گیا۔'' اس نے حمید کے قریب پہنچ کر کہا۔ فون والی گفتگو دہرائی اور بولا۔ ''لیکن ہم وہاں چلیں گے ضرور۔ سنگ ہی سے براہِ راست گفتگو ہوئی ہے۔ وہ آواز بدل کر بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

باہر نکل کر وہ دوسری گاڑی میں بیٹھے تھے لیکن اس بار حمید ڈرائیو کر رہا تھا اور فریدی پچھلی سیٹ پر تھا۔ اس کی ہدایت پر حمید ڈرائیو کر رہا تھا۔ بالآخر ایک عمارت کے سامنے گاڑی رکی تھی۔ کمپاؤنڈ کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ وہ گاڑی سے اُتر گیا۔

''تم گاڑی میں ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں۔'' اس نے کہا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ حمید بھی گاڑی سے اُتر آیا تھا اور وہیں کھڑا چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا یہ دانش مندی ہے۔ ایسے حالات میں فریدی کو تنہا ادھر نہ آنا چاہئے تھا اور اب بالکل تنہا اس عمارت میں داخل ہوا ہے۔ سنگ احمق تو نہیں ہے۔ اس نے تاؤ دلا کر اُسے ادھر بلایا ہے۔ بغلی ہولسٹر پر ہاتھ رکھے وہ پھاٹک تک چلا آیا۔ گاڑی کی طرف بھی دھیان تھا۔ کیونکہ جو حرکت ایک گاڑی کے ساتھ ہو چکی تھی وہی یہاں بھی ہو سکتی تھی۔ وہ گاڑی تو بے کار ہی ہو گئی جس کا انجن سیز ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آ گیا۔ اس نے ایک ٹائپ کیا ہوا کاغذ حمید کو تھما دیا۔ مضمون تھا۔

''کرنل فریدی! جب آ ہی گئے ہو تو راکھ کے اس ڈھیر کو خود ہی سمندر میں پھنکوا دو اور یقین کرو کہ اب تمہیں لاشیں نہیں ملیں گی۔ اس سے خواہ مخواہ ہیجان پھیلتا ہے۔''

فنچ کی آنکھوں میں شوخ سی چمک تھی اور سنگ ہی کو شرارت آمیز نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ سنگ ہی دانت پیس کر بولا۔ ''تم بس اپنے کام سے کام رکھو ورنہ پچھتاؤ گے۔''

''تمہاری بڑی شہرت سنی تھی۔'' فنچ نے اپنی بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ ''مگر تم روائتی قسم کے لمبے آدمی ہو۔ آخران حرکتوں سے کیا فائدہ اٹھا سکو گے۔''

''میں کہتا ہوں بکواس بند کرو۔''

سنگ کے سامنے کئی خالی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں وہ چھ بجے سے مسلسل پیئے جارہا تھا۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے۔ تین بوتلیں خالی ہوگئی تھیں اور چوتھی آدھی سے زیادہ خالی تھی۔ ایش ٹرے چرس بھرے ہوئے سگریٹوں کے ٹوٹوں سے نصف سے زیادہ بھر چکا تھا۔ شراب کے ساتھ وہ چرس کے سگریٹ بھی پیتا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی طرح نشہ ہی نہ ہو رہا ہو۔

''پتا نہیں کس نسل کے کتے ہو تم سنگ۔'' فنچ نے کہا۔

''میں ...رسل کا کتا ہوں۔''

''میں نے یہ بھی سنا تھا کہ تم بڑے ٹھنڈے دماغ کے آدمی ہو۔''

''حالات پر منحصر ہے۔ مجھے ایک ہفتے سے عورت نہیں ملی۔ یہاں کی ساری طوائفیں پہچانتی ہیں۔ کوئی بھی میرے ساتھ آنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ عورت کے بغیر میں کٹکھنا ہو جاتا ہوں۔''

''تب تم میں اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نہیں ہے۔''

''بکومت! میں عام آدمی سے بہت مختلف ہوں۔''

''سوال یہ ہے کہ ان حرکتوں سے کیا ہوگا۔ بھلا تم کسطرح ان قیدیوں تک پہنچ سکو گے۔''

''فریدی بوکھلا کر بالآخر ادھر ہی کا رخ کرے گا جہاں دونوں قیدی ہیں۔''

''وہم ہے تمہارا۔ تم فریدی کو نہیں جانتے۔''

''تم جانتے ہو۔'' سنگ اسے دیکھتا ہوا غرایا۔

''شاید میں جانتا ہوں۔''

''جھک مارتے ہو۔ اچھا خاموش رہو۔ مجھے اس مردہ شہزادی کے بارے میں سوچنے دو جسے میں نے الیوم پہاڑ کی چوٹی پر شیشے جیسی برف میں دفن دیکھا تھا۔ یقین کرو۔ وہ لڑکی شازیہ بڑی حد تک اس سے مشابہ تھی۔''

''اس کا خیال دل سے نکال دو کیونکہ میں نے اسے بیٹی کہہ دیا تھا۔''

''تو تم ہی لاؤ گے اپنی بیٹی کو میرے پاس۔''

''خاموش رہو کتے کے پلے! ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ معصومیت کے خلاف کوئی گندی بات سننا گوارا نہیں کرتا۔ ہر معصوم عورت میری ماں ہے۔ بیٹی ہے۔''

''ماں کے جنے! ٹھہرو بتاتا ہوں۔'' سنگ اٹھتا ہوا بولا۔

اس کے تیور دیکھ کر فنچ نے پہلے ہی کرسی پر چھلانگ لگائی تھی۔ سنگ اس کی طرف جھپٹا تھا۔ لیکن فنچ اس کے اوپر سے چھلانگ لگا کر میز پر آیا اور خالی بوتل اٹھا کر تولتا ہوا بولا۔

''یہی پڑے گی کھوپڑی پر اگر اب میری طرف آئے۔''

سنگ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں پھر ہنس پڑا۔

''یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ تم سرکس میں اچھل کود کرتے رہے ہو۔''

''لہٰذا تمہارے ہاتھ نہیں آسکوں گا۔'' کہہ کر فنچ نے چھلانگ لگائی اور روشندان میں جا بیٹھا۔

''آجاؤ...... آجاؤ...... پیارے بندر...... میں تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔''

''نہیں...... اب تم میری اسکیم سنو گے اور اس پر عمل کرنے کا وعدہ کرو گے۔ تب ہی میں نیچے آؤں گا...... ورنہ میں چلا۔''

''اررر...... نہیں...... ٹھہرو...... بتاؤ کیا اسکیم ہے۔''

''جب تک ملک کے متعدد جیل خانوں کی چھتوں پر بندر نہیں دیکھا جائے گا فریدی ہرگز ادھر کا رخ نہیں کرے گا جہاں تمہارے قیدی ہیں۔''

''اُف فوہ! یار تم واقعی عقلمند ہو۔ میں تمہاری اس اسکیم پر ضرور عمل کروں گا۔ اب آجاؤ نیچے...... شاباش...... ورنہ دراصل عورت کے بغیر میری عقل کام نہیں کرتی۔''

فنچ چھلانگ لگا کر میز پر آیا تھا۔ پھر کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا تھا۔ ''تو پھر جب تک تمہاری عقل کام نہیں کرتی میری عقل سے کام چلاؤ۔''

''ہاں...... ہاں...... ٹھیک ہے...... لیکن اگر تم میری مدد کرو تو میں عورت حاصل کر سکتا ہوں۔''

''لیکن شرط یہ ہے کہ وہ تمہاری ہی عمر کی ہوگی۔'' فنچ چڑانے والے انداز میں بولا۔

سنگ نے اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھا تھا پھر سنبھل کر بولا۔ ''منظور۔''

''اچھی بات ہے...... میں جا رہا ہوں...... تمہارے لئے عورت کا انتظام کرنے۔''

''میں بھی چلوں گا۔''

''تمہیں تو پہچانتی ہیں۔''

''میں دور کھڑا رہوں گا۔''

''مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔''

''ہے تو...... لیکن تم مجھ سے کم حرامی نہیں ہو۔''

''اے شٹ اپ...... مجھے علم ہے کہ میرے ماں باپ کون تھے۔''

''شادی بھی ہوئی تھی ان کی۔''

''شادی کے ٹھیک دو سال بعد میں پیدا ہوا تھا۔''

''اتنے ہی بڑے پیدا ہوئے ہو گے۔''

''بکواس بند کرو۔ ورنہ منہ پر لات رسید کردوں گا۔''

''اچھا.... اچھا...... بس جھگڑا ختم کرو۔ اس بھری دنیا میں صرف میں ہی حرامی ہوں۔''

''تم میک اپ کے بغیر اس بازار میں قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔ فریدی کے سادہ لباس والے تمہیں وہیں تلاش کررہے ہوں گے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔''

''اسی لئے مجھے تنہا جانے دو۔''

''اور کیا تم اپنے قد کی وجہ سے نہیں پہچانے جاؤ گے۔''

''ابھی تم دیکھ ہی لو گے کہ میرا قد کسی طرح بھی تم سے کم نہیں ہے۔'' فنچ نے کہا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ سنگ بیٹھا بوتل سے شغل کرتا رہا۔

آدھے گھنٹے بعد اسی کے قد کا ایک غیر ملکی ہی کمرے میں داخل ہوا اور سنگ اچھل پڑا۔

''گھبراؤ نہیں پیارے! میں فنچ ہوں اور لکڑیوں پر چل رہا ہوں۔ تم میری رفتار میں کسی قسم کا فرق نہیں پاؤ گے۔ دوڑ بھی سکتا ہوں اور چھلانگیں بھی لگا سکتا ہوں۔ یہ دیکھو......!'' پھر

اس نے سچ مچ اچھل کود شروع کر دی تھی اور قطعی یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ مصنوعی ٹانگیں ہیں۔

''کمال ہے بھئی۔'' سنگ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائی تھیں۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا تھا۔ ''تم میری مدد کے بغیر بھی جب چاہتے جیل سے فرار ہو سکتے تھے۔''

''دراصل میں اُسے گوشہ عافیت سمجھتا تھا۔ اطمینان سے مذہب کے بارے میں مطالعہ کرتا رہا۔ اتنا پڑھ ڈالا ہے کہ اب پادریوں کو بھی پڑھا سکتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ تو اب جاؤ۔ میں مطمئن ہوں۔ فریدی کے فرشتے بھی نہیں پہچان سکیں گے۔''

''پھر کہے دیتا ہوں کہ بعد میں جھگڑا نہ کرنا۔ وہ تمہاری ہی عمر کی ہوگی۔''

''جا بھی چکو......!'' سنگ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''میں جھگڑا نہیں کروں گا۔''

فنچ چلا گیا۔ سنگ نے چوتھی بوتل بھی ختم کر کے پانچویں نکالی اور چرس کے سگریٹ پر سگریٹ پھونکتا رہا۔

''ایکے موت تمہارا مقدر ہے ننھے بیٹے۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا تھا۔ ''میں اپنے کسی حریف کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کام سے نپٹنے کے بعد تمہارے لئے جنت کی ایک سیٹ بک کرادوں گا۔''

قریباً ایک گھنٹے بعد اسی کی طرح ایک لمبی سی ادھیڑ عمر عورت کمرے میں داخل ہوئی تھی لیکن وہ موٹی بھی اتنی ہی تھی۔ سنگ اس ''ڈرم'' کے مقابل ایک حقیر سی دیا سلائی لگ رہا تھا۔

دروازہ آواز کے ساتھ بند ہوا اور دوسری طرف سے بولٹ کر دیا گیا۔

''تو یہ تم ہو......حرامزادے۔'' عورت سنگ ہی کو دیکھ کر دہاڑی اور زور زور سے فنچ کو آوازیں دینے لگی۔ ''ارے تم کہاں ہو ہپی صاحب۔ اُو ہپی صاحب۔''

لیکن ہپی صاحب شاید دوبارہ اپنی اصل کی طرف واپس آنے کے لئے کسی دور افتادہ حصے میں چلا گیا تھا۔

سنگ بھی چیخ چیخ کر فنچ کو گالیاں دے رہا تھا۔ عورت گھونسہ تان کر اس کی طرف جھپٹی۔

''آج تو میں تم سے پچھلی رقم بھی وصول کروں گی۔ حرامی کے پلے۔''

فنچ کا ننھا سا جھریایا ہوا چہرہ ایک روشندان سے جھانک رہا تھا۔ اس نے سنگ کو متوجہ کر کے کہا۔ ''میں نے کہا ایسی کیوں نہ لے چلوں کہ کم از کم ہفتے بھر تو چل سکے۔''

''کھول دے دروازہ ورنہ بُری طرح پیش آؤں گا۔''

عورت نے اس کا بازو پکڑ لیا تھا اور جھکولے دے دے کر کہہ رہی تھی۔ ''نکال میری رقم ......ورنہ گردن مروڑ دوں گی۔''

''ادھار کرنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔'' فنچ نے اوپر سے ہانک لگائی۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کو مار توڑ رہے تھے۔ دفعتاً کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ شاید فنچ نے مین سوئچ آف کر دیا تھا۔

فریدی سو رہا تھا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور وہ جاگ پڑا۔ ریسیور اٹھا کر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ہیلو......!''

''کیا تم ہو کرنل فریدی......؟'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

فریدی کی نیند غائب ہوگئی۔ وہ فنچ کی آواز اچھی طرح پہچانتا تھا۔

''میں فنچ بول رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''ہاں......میں نے آواز پہچان لی ہے۔''

''اس وقت پورا ملک خطرے میں ہے اور تم سو رہے ہو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''تمہیں نیا گرہ والی اموات یاد ہیں۔''

''ہاں...... ہاں...... کہو......کیا کہنا چاہتے ہو۔''

’’تم نے یہ بھی سنا ہوگا کہ آج کل ایک نامعلوم مصنوعی سیارہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔‘‘

’’ہاں ہاں...... کسی نے اعلان کئے بغیر وہ سیارہ مدار پر پہنچا دیا ہے۔‘‘

’’ان اموات کا تعلق اسی سیارے سے ہے اور وہ رام گڑھ کی پہاڑیوں ہی میں کسی جگہ سے کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ میں نے کہا تمہیں آگاہ کر دوں۔‘‘

’’اس مہربانی کا بہت بہت شکریہ۔‘‘ فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

’’کرنل فریدی! میں بُرا آدمی بنادیا گیا تھا۔ فطرتاً بُرا آدمی نہیں ہوں۔ میرے والدین بڑے مذہبی لوگ تھے۔‘‘

’’ہوسکتا ہے۔‘‘

’’میں جب بھی چاہتا جیل سے فرار ہوسکتا تھا لیکن اُسے گوشہ عافیت سمجھ کر پڑا رہا۔ لیکن زیرو لینڈ والوں نے مجھے رہا کرا لیا۔ یہ تو تم اب جان ہی گئے ہوگے کہ کیوں؟‘‘

’’میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔‘‘

’’لیکن اگر تم مجھ سے سنگ کے بارے میں پوچھو تو ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ اس معاہدے کا احترام کرنا ہی پڑے گا جو میرے اور اس کے مابین ہوا تھا۔‘‘

’’میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔‘‘

’’شکریہ کرنل فریدی۔‘‘ تم بھی بااصول آدمی ہو اور تم ہمارا فون نمبر بھی ڈٹکٹ نہ کرسکو گے۔

’’خان تجمل والے معاملے میں اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔‘‘ فریدی خشک لہجے میں بولا۔

’’ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ وہ ایک زہریلا سیارہ ہے۔ دنیا کے کسی حصے میں بھی اس کے توسط سے وبائیں پھوٹ سکتی ہیں۔ یہ لوگ جب بھی چاہتے ہیں اسی سیارے کے توسط سے دوسرے سیاروں کے آلات پیغام رسانی بے کار کر دیتے ہیں۔ اس طرح دنیا کے بعض حصوں میں طوفان کی آمد کی اطلاعات روکی جاسکتی ہیں اور تباہیوں میں اضافہ ہوسکتا ہے۔‘‘

’’تمہیں یقین ہے کہ اسے رام گڑھ ہی سے کنٹرول کیا جا رہا ہے۔‘‘

’’یقین نہ ہوتا تو تمہیں اطلاع کیوں دیتا۔‘‘

’’یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ محض فریب ہی ہو۔ مجھے اس میں ڈال کر ان دونوں عورتوں کو

نکال لے جاؤ۔''

''تم غلط نہیں سمجھے۔ وہ ایک کثیر المقاصد سیارہ بھی ہے۔ ایک بڑی طاقت کو بلیک میل بھی کیا جائے گا۔''

''کچھ بھی ہو۔ ان عورتوں تک تمہاری رسائی ناممکن ہے۔''

''ایک دن میں چیخ پڑو گے تم سب۔ ورنہ اس سیارے کی تباہی کی فکر کرو۔ اگر مجھے اس کے کنٹرول کئے جانے کی صحیح جگہ کا علم ہوتا تو تمہیں ضرور بتا دیتا۔''

فریدی نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور اس نے طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر اٹھ کر سگار سلگانے لگا تھا۔ ''اگر خبر صحیح ہے تو سچ مچ تباہ کن ہو سکتی ہے۔ پچھلے دنوں کئی ملکوں نے اعلان کیا تھا کہ کسی نے اعلان کئے بغیر ایک سیارہ مدار پر پہنچایا ہے مگر کس نے؟ کیا زیرولینڈ والے اس حد تک چلے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ سیارہ انہی لوگوں نے چھوڑا ہوگا تبھی فنچ نے اسے اطلاع دی ہے۔ اگر وہ رام گڑھ سے کنٹرول کیا جا رہا ہے اور دنیا کے کسی ملک نے اسے ڈٹکٹ کرلیا ہے تو خود اس کی حکومت کی کیا پوزیشن ہوگی۔ اگر اسے ہمارے ہی ملک کا کارنامہ سمجھ لیا گیا تو خود ہم کئی طرح کی امداد سے محروم ہو جائیں گے۔ ہمارا ایک بھی دوست نہ رہ جائے گا۔ تو پھر اب کیا کرنا چاہیئے۔ لیکن اس اطلاع کا ذریعہ ایسا تھا کہ اسے ظاہر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ قابل اعتماد ذریعہ نہیں تھا۔

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پھر اس نے فون پر اپنے ہی نمبر ڈائیل کر کے شاید حمید کو بھی جگانا چاہا تھا۔ کئی بار ڈائیل کرنے کے بعد اس نے حمید کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی تھی۔

''اٹھ جاؤ۔'' فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''ابھی دو ہی تو بجے ہیں۔''

''پرواہ مت کرو۔ میرے کمرے میں آ جاؤ۔''

''بہت بہتر جناب عالی۔''

تھوڑی دیر بعد اس نے دروازے پر دستک دی تھی۔

''آ جاؤ......!'' فریدی نے کہا۔

''کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔غزالی آنکھوں والا کوئی گلرخ تو نہ تھا۔'' حمید نے کمرے میں داخل ہوکر کہا۔

''بچپنا مت کرو......میں بے حد سنجیدہ ہوں۔''

''میں بھی سنجیدگی سے سو رہا ہوں۔ خیر بتایئے کہ ان دونوں میں سے کون خواب میں نظر آئی تھی۔''

فریدی اُسے چند لمحے تیز نظروں سے دیکھتا رہا پھر اپنی اور فنچ کی گفتگو دہرائی۔

''ڈبل شامت۔'' حمید کراہا۔

''سنجیدگی سے سوچو ہم کسی پر ظاہر بھی نہیں کر سکتے۔ یہ اطلاع ہمیں فنچ سے ملی ہے اور ظاہر کرنے پر اس ذریعے پر روشنی ڈالنی ہی پڑے گی۔ جس سے یہ اطلاع ہم تک پہنچی ہے۔''

''واقعی الجھن کی بات ہے۔'' حمید پُرتشویش لہجے میں بولا۔

فریدی بالکل خاموش ہوگیا تھا۔

پچھلا قرض

فینی ایڈہاور نے حمید کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچی تھی۔

''اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو تم وہی ہو۔'' اُس نے کہا۔

''میں خود نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''تمہاری گاڑی کا کیا رہا۔''

''ہمیشہ کے لئے تباہ ہوگئی۔''

''آخر بات کیا تھی؟''

''کسی دشمن نے شکر ڈال دی ٹنکی میں۔''

''تم جیسے خوبصورت لوگ بھی دشمن رکھتے ہیں۔''

''دشمنوں کو مارو گولی۔تم نے مجھے بہت اچھی خبر سنائی ہے۔''

''کیسی خبر......؟''

''یہی کہ میں بہت خوبصورت ہوں۔''

رقص کے لئے موسیقی شروع ہوچکی تھی اور ہوٹل ڈی فرانس کا ریکریئیشن ہال رنگ و نکہت کے سیلاب میں بہتا جارہا تھا۔

''کیا پہلے کبھی کسی لڑکی نے تمہیں نہیں بتایا۔''

''آج تک کوئی لڑکی ملی ہی نہیں۔''

''کیوں جھوٹ بولتے ہو۔آدم خور ہو اچھے خاصے۔خوبصورت آدم خور۔''

''تب تو پھر دور ہٹ کر کھڑی ہوجاؤ۔کہیں مجھے بھوک نہ لگ آئے۔''

''اب ایسے جیالے بھی نہیں لگتے۔''

''میری ہم رقص بننا پسند کرو گی۔''

''نہیں! پہلے میں تھوڑی سی پینا چاہتی تھی۔''

''کون سی پیتی ہو۔''

''ڈبل پک بوربن۔''

''منگوائے دیتا ہوں۔''

''نہیں......کاؤنٹر ہی پر چلو......تم کیا پیو گے۔''

''میں سنیچر کی رات کو شراب نہیں پیتا۔''

''تم بکواس کرتے ہو۔سرے سے پیتے ہی نہ ہوگے۔یہاں کے جدید ترین لوگ بھی بے حد قدامت پسند ہیں۔''

''چلو یہی سہی۔''

''اسی لئے آج تک کسی لڑکی نے منہ نہ لگایا ہوگا۔''

''تم تو شاید لگا رہی ہو۔''

''تمہارے ساتھ وہ دوسرا آدمی بے حد شاندار تھا۔''

''بے حد خطرناک بھی ہے۔''

''باتیں نہ بناؤ...... چلو کاؤنٹر کی طرف۔ میں بہت پیاسی ہوں۔''

''چلو...... چلو......!''

وہ دونوں کاؤنٹر کے قریب پہنچے تھے اور حمید نے اس کے لئے بوربن طلب کی تھی اور اپنے لئے لائم جوس منگوایا تھا۔

''مجھے تمہارا ملک بہت پسند ہے۔''

''کیا اچھائی ہے میرے ملک میں۔''

''بہت سیدھے سادے لوگ ہوتے ہیں۔ مخلص اور کام آنے والے۔''

''میرا خیال ہے کہ میں بھی کام آ چکا ہوں۔''

فینی اسے غور سے دیکھنے لگی تھی مگر کچھ بولی نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھ میں بوربن کا گلاس تھا اور حمید لائم جوس کی چسکیاں لے رہا تھا۔

''تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔''

''ساجد حمید۔''

''کیا کرتے ہو......؟''

''جھک مارتا ہوں۔''

''مجھے بھی مار کر دکھاؤ۔''

''ذرا لائم جوس کا نشہ ہونے دو۔''

''کتنے بچے ہیں۔ بیویاں کتنی ہیں؟ تم لوگ تو حرم رکھتے ہو۔''

''بیوی ایک بھی نہیں ہے۔ لیکن درجن بچوں کا باپ ہوں۔''

''بیوی کے بغیر بچے کہاں سے آئے۔''

''خود جنے ہیں......کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے۔''

''بکواس بھی اچھی خاصی کر لیتے ہو۔ مجھ سے دوستی کرو گے۔''

''تو اور کیا اب تک دشمنی کرتا رہا ہوں۔''

''میرا مطلب ہے کہ ہم اچھے خاصے دوست بن سکتے ہیں۔''

''اس پر میں نشہ ہونے کے بعد غور کروں گا۔''

وہ محسوس کر رہا تھا جیسے سچ مچ نشہ ہو رہا ہے۔ ابھی آدھا ہی گلاس پیا تھا۔ وہ گلاس کو چہرے کے برابر اٹھا کر گھورنے لگا۔

''کیا مچھلیاں تیر رہی ہیں؟'' فینی نے پوچھا۔

''ناہیں تو...... بی......ل......کل...... نائیں۔'' وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ لیکن ذہن آہستہ آہستہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا جارہا تھا۔ پھر اسے ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو قریب قاسم بیٹھا نظر آیا جو اس کی طرف اس طرح دیکھے جارہا تھا جیسے اس کی موت کا منتظر ہو۔

''ہائے تم تو پھر جندہ ہوگئے۔''

''کیا مطلب......؟'' حمید بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ ''ہم کہاں ہیں۔''

''ہسپتال میں......سالے شرم نہیں آتی۔ شراب پینے لگے۔''

''کیوں بکواس کرتے ہو۔''

''میں نے خود دیکھا تھا...... پیتے پیتے گرتے ہوئے۔''

''ابے وہ لائم جوس تھا۔''

''گھیاں جوس تھا۔ بیٹا قسی اور قو اُلو بنانا۔ لونڈیا ملی تو پاغل ہوغئے۔ سالے قہتے ہیں شراب نہیں پیتا......کیسے بجے سے آؤٹ ہوئے تھے۔ میں دوڑ قرنہ آتا تو پھکوا دیئے گئے ہوتے قسی گندے نالے میں۔''

''پوری بات بتاؤ۔''

''تم گرے تھے تو میں تمہاری طرف دوڑا تھا اور وہ سالی چپ چاپ کسی طرف کھسک گئی تھی۔ تمہیں اٹھا کر اپنی غاڑی کی طرف لے جا رہا تھا کہ ایک شریف آدمی مل غیا۔ قہنے لگا ہسپتال لے چلو۔ آج کل بڑی زہریلی شراب بن رہی ہے۔ جو بھی پی کر بیہوش ہوا بس اُسے مرا ہی سمجھو۔ پھر وہ مجھے اور تمہیں اپنے ٹرک میں واپس لایا تھا اور میں تین گھنٹے سے تمہاری موت کا انتجار قر رہا تھا۔''

''اگر کسی اور کی گاڑی پر لائے تھے تو یہ ہرگز ہسپتال نہیں ہوسکتا۔''

''ہاں ہاں...... تمہاری کھالا جی کا گھر ہے۔'' قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔

''اچھا...... اگر یہ ہسپتال ہے تو مجھے اب گھر لے چلو۔''

''چلو اٹھو...... میری تفریح برباد قر دی۔''

قاسم نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا تھا لیکن شاید وہ باہر سے بولٹ کر دیا گیا تھا۔ وہ متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا ہوا حمید کی طرف مڑا۔

''کیا ہوا......؟'' حمید نے پوچھا۔

''باہر سے بند ہے۔''

''اب کہو کیسی رہی۔''

''اغر یہ اسپتال نہیں ہے تو میں سالے کو زبردستی اسپتال بنادوں غا۔''

''چلو بیٹھو ادھر آ کر۔ تم آخر کسی دوسرے کے کہنے میں کیوں آ گئے تھے۔''

''اور نہیں تو کیا تمہیں اپنے گھر لے جاتا اور خود کرتا کفن دفن کا انتجام۔''

''اب دونوں کے کفن دفن کا انتظام یہیں ہو جائے گا۔''

''اے جاؤ...... مرغئے کھپن دھپن کرنے والے۔ ایک ٹکر میں دروازے کے پرخچے اڑادوں گا۔''

''اچھا خاموش رہو... مجھے سوچنے دو۔''

''لونڈیا تو وہی تھی نا ... نے مجھے مستری سمجھ لیا تھا۔''

''وہی تھی۔''

''قیا نام ہے؟''

''فینی ایڈ ہاور۔''

''اب پتا چلے غا بیٹا۔ اس کے ابا جان نے پکڑوالیا ہے تمہیں۔''

''کیا وہ کوئی سفید فام آدمی تھا؟''

''نہیں تھا تو دیسی ہی۔''

''تم تو بیہوش نہیں تھے۔ لہٰذا راستہ تو دیکھا ہی ہوگا۔''

''امے قسے ہوش تھا راستے کا۔ میں تو تمہاری سانسیں گن رہا تھا۔''

''یہ اچھا نہیں ہوا۔''

''پرواہ مت کرو۔ تمہارے باوا آ کر چھڑالیں گے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ بھی اٹھا تھا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی اور پھر تھک ہار کر آبیٹھا تھا۔

''مجھے تو بھوخ لگ رہی ہے۔'' قاسم بولا۔

''اب پھٹے پرانے جوتوں اور ڈنڈوں کی توقع رکھو۔''

''جی نہیں جلاؤ۔ نہیں تو تمہیں ہی کھا جاؤں غا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں فکرمندی کے آثار تھے۔ اس دوران میں بے حد چوکنا رہا تھا۔ پھر بھی پھنس ہی گیا آخر۔ فینی نے تو اس کے گلاس میں ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ جو کچھ بھی ہوا تھا کاؤنٹر کے پیچھے ہی ہوا تھا۔ ویسے اگر خود فینی بھی اس میں ملوث نہیں تھی تو پھر قاسم کے بیان کے مطابق اس کے بیہوش ہوتے ہی بھاگ کیوں کھڑی ہوئی تھی۔

''تمہیں اچھی طرح یاد ہے کہ میرے گرتے ہی فینی وہاں سے چلی گئی تھی۔'' حمید بولا۔

''چلی نہ جاتی تو بیٹا تم وہیں پڑے رہ جاتے۔''

''کیا مطلب......؟''

''ارے میں اسے پٹالے جاتا۔ تم جاتے میرے ٹھینگے پر۔''

''اتنی بے دردی کا مظاہرہ نہ کرو۔ میں تمہارا دوست ہوں۔''

''یہ سالے میرے دوست ہیں۔ جرا شکل دیکھنا۔''

''اچھا اگر دوست نہیں ہوں تو یہاں کیوں پائے جاتے ہو۔''

''تمہارا آپریشن کراؤں غا...... قصہ ہی ختم ہو جائے سالے...... آج ادھر دھرے پکڑے جا رہے ہیں کل اُدھر دھرے پکڑے جا رہے ہیں۔''

''بات تو معقول ہے۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور سنگ ہی کمرے میں داخل ہوا تھا اس کے پیچھے ایک آدمی اور تھا جس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔

''ارے یہ تو وہی ہے...... سالا مچھر کی اولاد...... کیا نام ہے۔ چنگ چی۔'' قاسم بوکھلا کر اٹھتا ہوا بولا۔

''سنگ ہی......!'' سنگ مسکرایا تھا اور اس کے پیچھے والا آدمی ایسی پوزیشن میں آ کھڑا ہوا تھا کہ دونوں اسٹین گن کی زد پر تھے۔

''ارے پیارے سنگ...... یہ تم ہو۔'' حمید نے بھی قہقہہ لگایا تھا۔

''ہاں میں ہی ہوں...... اور تم میرے ہی مہمان ہو۔''

''لیکن میں تو فینی ایڈہاور کے ساتھ لائم جوس پی رہا تھا۔''

''میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔'' سنگ بولا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ وہ اسی کی حرکت ہے۔''

''قطعی نہیں۔ لائم جوس کو میرے آدمی نے نشہ آور کیا تھا۔ لیکن اب وہ ہوٹل ڈی فرانس میں نہیں مل سکے گا۔''

''ظاہر ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''تم کچا کام نہیں کرتے۔ سنا ہے فنچ بھی ہے تمہارے ساتھ...... اسے بلاؤ...... دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔''

''اسے بھی بند کر دیا ہے دوبارہ۔''

''ارے یہ کیوں۔''

''ان باتوں میں نہ پڑو...... یہ بتاؤ کہ فریدی کہاں ہے۔''

''گھر پر ہوں گے۔''

''نہیں......وہ آج صبح ہی کہیں چلا گیا ہے۔''

''تم ہی سے سن رہا ہوں مجھے تو علم نہیں۔''

''سیدھی طرح بتادو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ بعض معاملات میں کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔''

''جانتا ہوں۔ اسی لئے تم سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ دونوں کہاں رکھی گئی ہیں۔''

''یقین کرو میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئے ہیں۔''

''علی الصبح ایئر پورٹ پر دیکھا گیا تھا۔''

''تب تو پھر فلائٹ کا آسانی سے پتا چل سکتا ہے۔''

''وہ اپنے ذاتی ون سیٹر پر کہیں گیا ہے۔''

''تب تو زیادہ دور نہ گئے ہوں گے۔ جلد ہی واپس آ جائیں گے۔''

''اچھی بات ہے۔ اس کی واپسی تک میرے مہمان رہو گے۔''

''میں تو نہیں رہوں غا۔'' قاسم دہاڑتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

''بیٹھے رہو ورنہ چیتھڑے اڑ جائیں گے۔'' سنگ ہی نے اسٹین گن کی طرف اشارہ کیا۔

''قاسم......بیٹھ جاؤ۔'' حمید بولا۔

''تمہارے قہنے سے بیٹھ جاتا ہوں......مگر بھوخ۔''

''ہاتھی کے سری پائے کھاؤ گے۔'' سنگ ہی نے ہنس کر کہا۔

''ہی ہی ہی......آپ مزاخ فرما رہے ہیں۔ جھینگر کی اولاد سالے۔''

''کیپٹن حمید! جب تک فریدی نہ مل جائے تم میرے قیدی رہو گے۔''

''میں نے تو کچھ بھی نہیں قیا۔ مجھے جانے دو۔'' قاسم جلدی سے بول پڑا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''تو پھر میرے خانے کا انتجام کرو۔''

''ایک مرغ کی قیمت دس ہزار ہے۔ بکرے کی سالم ران بیس ہزار میں ملے گی۔''

''اتنی رقم کون لئے پھر رہا ہے۔''

''کریڈٹ کارڈ ہے تمہاری جیب میں اور مجھے علم ہے کہ اس اکاؤنٹ میں تمہارے پانچ لاکھ جمع ہیں۔''

''غلط......!'' قاسم انگلی نچا کر بولا۔''چار لاخ بیاسی ہجار۔''

''بس تو جب تک یہاں رہو گے اسی ریٹ پر کھانا ملے گا۔ سلپ بھجواتا ہوں اس پر دستخط کردو۔ کھانا حاضر کردیا جائے گا۔''

قاسم ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا رہا۔

وہ دونوں چلے گئے اور حمید نے قاسم سے کہا۔''یہ مت سمجھنا کہ تم میری وجہ سے پھنسے ہو۔ پہلے ہی سے اس کی لسٹ پر رہے ہوگے۔ ورنہ وہ کھانے کی قیمت نہ بتاتا۔''

تھوڑی دیر بعد ایک لحیم شحیم سی عورت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے ایک واؤچر قاسم کی طرف بڑھا دیا تھا۔

''مرغ بھی منگواؤں غا......اور ران بھی۔'' قاسم عورت کی طرف دیکھتا ہوا چہکا۔ وہ بھی قاسم کو حیرت سے دیکھے جارہی تھی۔ دفعتاً عقب سے سنگ ہی کی آواز آئی۔

''اور اس عورت کی قیمت پچاس ہزار۔''

''نہیں چاہئے...... بڈھی ہے۔'' قاسم دہاڑا۔

''بکواس مت کرو۔ اسکی قیمت بھی واؤچر پر لکھ دینا۔ یہ اب تمہارے ہی ساتھ رہے گی۔''

''اس کے تو میں پانچ روپے بھی نہیں دوں غا۔''

''تیری ماں تو نہیں لگتی۔ کیوں مرا جارہا ہے۔'' عورت نے کہا۔

قاسم کا الٹا ہاتھ عورت کے منہ پر پڑا تھا اور وہ دوسری طرف الٹ گئی تھی۔ قاسم پھر اس کی طرف بڑھا تھا لیکن حمید بیچ میں آتا ہوا بولا۔''کیا کرتے ہو۔ عورت ہے اب ہاتھ نہ اٹھے۔''

''اس سالی کو نہیں دیکھتے۔ چھوٹتے ہی غالی دی تھی۔''

وہ اٹھ بیٹھی تھی اور چیخ چیخ کر رونے لگی تھی۔ پھر ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔''ایک تو وہ

حرامی مارے ڈال رہا ہے کئی سال پہلے کے پیسے باقی تھے۔ وہ بھی نہیں دیئے۔''
اور تب انہیں معلوم ہوا کہ وہ کہاں سے تعلق رکھتی ہے۔ حمید نے اسے دلاسا دے کر خاموش کیا تھا۔

''تب تو جی معاف قردو۔'' قاسم بولا۔ ''بہت ہلکی سی گالی دی تھی تم نے۔ تم لوگ تو گالے دیتی ہو۔ غالی تو قچھ بھی نہیں۔''

''میں نہیں سمجھی یہ کیا کہہ رہے ہیں۔''

'' کچھ بھی نہیں۔ دراصل اسے معلوم نہیں تھا کہ تم بھی ہم ہی لوگوں کی طرح قیدی ہو۔''

رام گڑھ کی پہاڑیاں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ ان دنوں وہاں سیاح تو ہوتے نہیں۔ مقامی ہی لوگ رہ جاتے ہیں یا پھر بڑے بالوں والی لومڑیاں اور بھیڑیوں کے شکاری ہوتے ہیں۔ ہوٹل زیادہ تر ویران رہتے اور ان کے نرخ پچاس فیصد کم ہوجاتے تھے۔ بس پھر انہی ہوٹلوں میں تھوڑی بہت آبادی نظر آتی جو شکار کے اڈوں کے آس پاس ہوتے تھے۔

کرنل فریدی بھی ایک شکاری کے بھیس میں وہاں پہنچا تھا۔ بس ایک دشواری تھی۔ وہ یہ کہ کوئی بھی شکاری تنہا نظر نہیں آتا تھا۔ پانچ پانچ چھ چھ کے گروپوں میں ان کی نقل وحرکت ہوتی تھی۔ فریدی تنہا تھا اس لئے اس پر شک کی نظریں پڑسکتی تھیں۔ بہرحال کام تو کرنا ہی تھا۔ جاتے ہی ایک گروپ سے مل بیٹھا۔ اس میں چار آدمی تھے۔ چاروں کئی سال کا تجربہ رکھتے تھے اور ایک کمپنی سے متعلق تھے جو کھالوں کی ایکسپورٹ کرتی تھی۔ اتفاق سے یہ لوگ کسی قدر پڑھے لکھے اور شائستہ بھی ثابت ہوئے تھے۔ فریدی نے ان پر یہی ظاہر کیا تھا کہ اسے بھیڑیوں کے شکار کا شوق ہے اس سے غرض نہیں کہ شکار کون لے جاتا ہے۔

''کہیں کسی پارٹی کے جاسوس تو نہیں ہو۔'' ایک شکاری نے مسکرا کر کہا۔ ''ہمارے ٹھکانوں کی ٹوہ میں ادھر آ نکلے ہو۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' فریدی بولا۔ ''اگر ثابت کرسکو تو اطمینان سے گولی مار کر برف میں دفن کر دینا۔''

''فکر نہ کرو......دوسری صورت میں یہی ہوگا۔''

''میں نے ان اطراف میں کبھی شکار نہیں کھیلا لیکن بہت کچھ سن رکھا ہے ان معاملات سے متعلق۔''

''ویسے تم کرتے کیا ہو۔''

''کھیتی باڑی......میرے پھلوں اور اناج کے فارم ہیں۔ ایک کارخانہ بھی ہے۔ جہاں پھل ڈبوں میں محفوظ کیے جاتے ہیں۔ فروٹیکس کے ڈبے تم لوگوں نے بھی استعمال کیے ہوں گے۔''

''ہاں ہاں......کیوں نہیں۔ وہ تمہاری فیکٹری ہے۔''

''ہاں......میری ہی ہے۔''

''تو پھر تمہیں اس دیوانگی سے کیا سروکار۔''

''بس شوق ہے۔ عموماً چیتوں اور شیروں کا شکار کھیلتا ہوں۔ اس بار سوچا کیوں نہ برفیلے پہاڑوں میں بھیڑیوں کے شکار کا تجربہ بھی حاصل کیا جائے۔''

پھر بات آگے نہیں بڑھی تھی اور دوسری صبح فریدی ان کے ساتھ شکار پر نکل گیا تھا۔ دن میں جگہوں کا تعین کرتے تھے اور رات کو شکار ہوتا تھا۔ راستے میں انہیں کئی پارٹیاں ملیں جو اپنے لئے جگہوں کا تعین کرتی پھر رہی تھیں۔ ایسے اوقات میں بھی کبھی کبھی ان کا آپس میں ٹکراؤ ہو جایا کرتا تھا۔ لہٰذا وہ سبھی پوری طرح چاق و چوبند رہتے تھے۔ انہوں نے فریدی کو بھی اس خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔

''دیکھا جائے گا......میں بھی اتنا بودا نہیں ہوں کہ پیٹھ دکھاؤں گا۔'' فریدی نے کہا۔

''ویسے تم چہرے اور آنکھوں کی بناوٹ سے مضبوط بھی معلوم ہوتے ہو اور نڈر بھی۔''

''خدا نے چاہا تو تم مجھے کسی بھی معاملے میں پیچھے نہیں پاؤ گے۔''

اور پھر سچ مچ ایک جگہ رائفلیں تن گئیں۔ فریدی نے ان سے پوچھا۔

''کیا محض دھمکیوں تک بات رہ جائے گی یا سچ مچ۔''

''اب پوچھ رہے ہو دوست۔'' شکاری نے کہا اور پھر ان لوگوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کردی تھی۔ دونوں طرف سے فائر ہوتے رہے۔ فریدی کے ساتھی نشیب میں تھے اس لئے ان کے لئے زیادہ خطرہ تھا۔ فریدی چٹانوں کی اوٹ لیتا ہوا اوپر چڑھ رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن فریدی نے کہا۔ ''پوزیشن تبدیل کئے بغیر مار کھا جائیں گے۔''

''تم جانو...... خود ہی خطرہ مول لے رہے ہو۔'' ایک شکاری بولا۔

''تم سب کو اسی طرح خطرے سے نکال سکوں گا دیکھو...... تم فی الحال اپنی پوزیشنوں میں تبدیلی نہ ہونے دینا۔''

وہ بڑی تیزی سے اوپر جارہا تھا۔ دوسرے شکاری اُسے حیرت سے دیکھتے رہے اور پھر وہ دوسری پارٹی سے بھی زیادہ بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ پھر جیسے ہی اس نے فائرنگ شروع کی تھی ان کی رائفلیں خاموش ہوگئی تھیں۔ شاید وہ خاموشی سے پسپا ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں سناٹا چھا گیا۔ فریدی اطمینان سے نیچے اُتر رہا تھا۔

''یار تم تو کمال کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔'' ایک شکاری نے کہا۔ ''کیا کبھی فوج میں بھی رہے ہو۔''

''مجھے پہاڑی جنگوں کا تجربہ ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''بہر حال...... تمہارے ساتھ وقت اچھا گزرے گا۔''

''مجھے بھی یہی توقع ہے۔'' فریدی مسکرایا تھا۔

''پٹھان معلوم ہوتے ہو۔''

''ایک ایسا آفریدی جس کے آباؤ اجداد میدانوں میں جا بسے تھے۔''

''کوئی مرا تو نہیں۔''

''میں خواہ مخواہ خون بہانا پسند نہیں کرتا۔ اسی خطرے کو ٹالنے کے لئے میں نے اپنی

پوزیشن تبدیلی کی تھی۔ ہماری پوزیشن ایسی تھی کہ ہم ہی خسارے میں رہتے۔''

''چلو اچھا ہی ہوا۔ ہم اتنی احتیاط برتیں تو ہمارا سارا وقت احتیاط ہی کی نذر ہو جائے۔''

''اچھی بات ہے دوستو! آج ایسا کرو جہاں قطعی بھیریئے نہ ہوں وہاں بھیڑیوں کا شکار کرو۔''

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔''

''جہاں تم کہو گے وہیں بھیڑیوں کو طلب کرلوں گا۔''

''تو کیا کالے جادو کے بھی ماہر ہو۔''

''ہرگز نہیں! بس حکمت عملی کے ذریعے۔ یقین نہ ہو تو امتحان کرلو۔''

''کیوں بھئی کیا خیال ہے؟'' ایک نے دوسرے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''چلو آج یہی سہی۔''

''تو تم لوگ جگہ کا تعین کردو۔ لیکن یہ کھیل بستی کے قریب نہیں ہوگا۔'' وہ ان میں اپنے لئے اعتماد بحال کرنے کے لئے یہ سب کچھ کررہا تھا۔

انہوں نے ایک جگہ کا تعین کیا اور پھر ہوٹل واپس آ گئے تھے۔ یہاں فریدی نے ایک سفید فام غیرملکی مسافر کو بھی دیکھا جو شاید ان کے بعد آیا تھا اور وہیں مقیم ہوگیا تھا۔ پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ چار افراد ہیں اور ان میں ایک عورت بھی ہے۔ غالباً بقیہ تینوں اپنے کمروں میں رہے ہوں گے۔ غیرملکی نے ان شکاریوں کو غور سے دیکھا تھا اور کافی پیتا رہا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد وہ فریدی کے کمرے میں اکٹھا ہوئے۔ غالباً فلش کھیلنا چاہتے تھے۔ فریدی نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ البتہ خود کھیلنے پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔ وہ کچھ دیر سکون سے سوچنا چاہتا تھا۔ رام گڑھ اس کے لئے کوئی نئی جگہ نہیں تھی۔ ایک ایک چپہ دیکھا بھالا تھا۔ اس ہوٹل کا انتخاب ہی اس لئے کیا تھا کہ یہیں سے تفتیش کا آغاز کرے گا۔ دراصل دشوار گزار حصوں میں جانے والوں کی پہلی منزل تھی۔ ایسے موسم میں یہاں غیرملکیوں کی موجودگی غیرمعمولی ہی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے۔

''یہ غیرملکی اسی موسم میں نہ جانے کیوں آتے ہیں۔'' اس نے شکاریوں کو متوجہ کرکے کہا۔

''تیل کی تلاش میں مدد دینے والے ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔''

''تو کیا یہاں تیل کی تلاش ہو رہی ہے۔''

''بہت دنوں سے۔''

''لیکن اخبارات میں تو اس کے بارے میں کچھ نہیں آیا تھا۔''

''خاموشی سے کام ہو رہا ہے۔ پبلسٹی ہونے پر اگر کوئی نتیجہ نہ نکلا تو اسمبلی میں اپوزیشن والے شور مچانے لگتے ہیں۔''

''ہاں یہ تو ہوتا ہے۔'' فریدی نے کہا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ چاروں فرش پر بیٹھے کھیل رہے تھے۔

''اب میں اپنا کھیل شروع کرنے جا رہا ہوں۔ لیکن خدارا بھیڑیئے کی آواز کی سمت گولی نہ چلا دینا۔ وہ آوازیں میں ہی نکالوں گا۔''

''اوہ......تو یہ بات ہے۔'' شکاری ہنس پڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد فریدی نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا اور پھر نزدیک و دور سے متعدد آوازیں آئی تھیں۔ بھیڑیئے آوازیں نکالتے ہوئے انکی طرف بڑھتے آ رہے تھے۔ کئی رائفلیں چلی تھیں کچھ گرے تھے اور کچھ بھاگ نکلے تھے۔ سبھوں نے دو، دو راؤنڈ چلائے تھے اور دو ہی ہلوں میں انہوں نے چھ بھیڑیئے مار گرائے تھے۔ خود فریدی نے کوئی فائر نہیں کیا تھا۔

''یار بالکل بھیڑیئے لگ رہے تھے۔'' ایک شکاری نے کہا۔ فریدی ہنس کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر جب وہ مردہ بھیڑیوں کو اٹھا رہے تھے تیز قسم کی روشنی میں نہا گئے اور ساتھ ہی کسی نے گونجیلی قسم کی آواز میں کہا۔ ''کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ ممنوعہ علاقہ ہے۔''

''ہم نہیں جانتے۔'' فریدی کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔ ''یہاں ایسی کوئی سائن نہیں دیکھی تھی ہم نے۔''

''اس کے باوجود بھی خود کو حراست میں سمجھو۔'' آواز آئی۔ ''اپنی اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو......ورنہ چھلنی ہو جاؤ گے۔''

بچاؤ......بچاؤ

''یہ تو بہت بُرا ہوا'' ایک شکاری مردہ سی آواز میں بولا۔

دفعتاً فریدی نے کڑک کر کہا۔ ''جب تک ہم تمہارا شناخت نامہ نہ دیکھ لیں اپنا اسلحہ حوالے نہیں کریں گے۔''

''شائیں......!'' ایک گولی فریدی کے بائیں کان کے قریب سے گزر گئی تھی۔

پھر فوراً ہی فریدی کی رائفل سے بھی شعلہ لپکا تھا اور سرچ لائٹ کا شیشہ چکنا چور ہو گیا تھا۔ پہلے ہی کا سا اندھیرا پھر پھیل گیا تھا۔

''لیٹ جاؤ۔'' فریدی جلدی سے بولا اور خود بھی بڑی پھرتی سے سینے کے بل زمین پر گر گیا۔ کئی فائر اُن پر سے گزر گئے تھے۔ پہاڑوں پر برف کی وجہ سے مکمل تاریکی نہیں تھی۔ ان کی دھندلی پرچھائیاں دور سے بھی دیکھی جاسکتی تھیں۔

''فائروں کی سمت کا اندازہ ہے تمہیں...... پوزیشن لینے کی کوشش کرو۔'' فریدی کی تیز سرگوشی سناٹے میں گونجی تھی۔ جوں توں وہ پتھروں کی اوٹ میں چلے گئے تھے۔ فریدی نے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی یہی مشورہ دیتے ہوئے فائروں کی سمت فائرنگ شروع کر دی تھی۔ دوسری طرف جلد ہی سناٹا چھا گیا تھا۔ فریدی نے اپنے ساتھیوں سے بھی ہاتھ روک لینے کو کہا تھا۔

''اور اب اسی طرح لیٹے ہی لیٹے کھسک چلو۔'' اس نے کہا۔

واپسی بے حد پریشان کن تھی۔ لیکن وہ بہرحال خطرے کی رینج سے نکل ہی آئے۔

''چھ بھیڑیئے ضائع ہو گئے۔'' ایک بولا تھا۔

''پہلی بار ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ علاقہ ممنوعہ ہے۔'' دوسرے نے کہا۔ ''ہم یہاں دن میں بھی آچکے ہیں لیکن اس وقت کسی نے بھی نہیں ٹوکا تھا۔''

''کوئی تھا ہی نہیں اس وقت۔'' فریدی بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ وہ کوئی دوسری پارٹی تھی۔ ہوسکتا ہے وہی لوگ ہوں جن سے دن میں بھی ٹکراؤ ہو چکا تھا۔''

''لیکن ان کے پاس اس قسم کی سرچ لائٹ کہاں سے آئی۔ وہ تو خاص طور پر ملٹری کے لئے تیار کی جاتی ہے۔''

''جب خاص ملٹری کے استعمال کا اسلحہ لوگوں کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو سرچ لائٹ کا حصول کیا مشکل ہے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔ بہر حال اب مفت کے بھیڑیئے ان کے ہاتھ لگیں گے۔''

''بہر حال اگر یہ نہ ہوتے تو پھر مارے گئے تھے۔'' دوسرا بولا۔

''اس میں تو شک نہیں۔''

قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور اس رات مزید شکار کا ارادہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔

''صبح دیکھوں گا کہ وہ کس قسم کا ممنوعہ علاقہ ہے۔'' فریدی بڑبڑایا تھا۔

ہوٹل میں واپس پہنچ کر وہ پھر جوا کھیلنے لگے تھے۔ اس بار انہوں نے فریدی کو مجبور کیا تھا اور وہ مسکراتا ہوا بیٹھ گیا۔

''اچھا ایک بات ہے۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''تم سب اپنے اپنے پاس کاغذ پنسل رکھ لو اور اپنی اپنی ہاری ہوئی رقوم نوٹ کرتے جانا۔''

''اس دعویٰ کے ساتھ بیٹھ رہے ہو۔'' ایک شکاری بولا۔

''ہاں......اس دعویٰ کے ساتھ۔''

''تب تو تمہیں سچ مچ پچھتانا پڑے گا۔''

''دیکھا جائے گا۔''

کھیل شروع ہوا تھا اور ان کے چہرے اترنے لگے تھے۔ ذرا ہی سی دیر میں فریدی نے ان کی جیبیں خالی کرالیں۔ وہ اسے حیرت سے دیکھے جا رہے تھے۔

''اب لاؤ اپنا اپنا پرچہ۔'' فریدی ہنس کر بولا۔

ان کے حساب کے مطابق اس نے ان کی ایک ایک پائی واپس کردی تھی۔

''کمال ہے کمال ہے۔'' ایک بولا۔ ''یار! تمہارے تو ہاتھ چومنے کو دل چاہتا ہے۔''

''کچھ بھی نہیں...... صرف پریکٹس کی بات ہے۔ مجھے علم ہوتا ہے کہ کون کون سے پتے کس کے پاس گئے ہیں۔''

''خود بانٹتے ہوگے تب۔''

''کوئی دوسرا بانٹے تب بھی فرق نہیں پڑے گا۔ میں کاٹوں گا بھی نہیں۔ چلو تجربہ کرلو۔ تم کاٹو اور تم تقسیم کرو۔ اپنے پتے دیکھنے کے بعد بتادوں گا کہ کس کے پاس کون سے پتے ہیں۔''

''اچھا بھئی...... ہوجائے امتحان۔''

تین تین پتے ہر ایک کے آگے پڑے ہوئے تھے۔ فریدی نے اپنے پتے اٹھائے۔ چند لمحے انہیں غور وفکر کے ساتھ دیکھتا رہا۔ پھر ان لوگوں کے پتے بتانے شروع کردیئے۔ پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ سب خواب دیکھ رہے ہوں۔

''بھائی! تم جن تو نہیں ہو شکاری کے بھیس میں۔'' کچھ دیر بعد ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

''ہرگز نہیں...... تمہاری طرح معمولی آدمی ہوں۔''

''تو پھر جادوگر ہوگے۔''

''نہیں...... یہ صرف ریاضی اور ریاض کا کارنامہ ہے۔''

''ہمیں بھی سکھا دو۔''

''سکھانے سے نہیں آتا...... اس کے ریاض کو بھی ایک عمر چاہئے۔''

دفعتاً باہر سے دروازے پر کسی نے ٹھوکری ماری تھی اور دونوں پاٹ کھل گئے تھے۔ سامنے کئی مسلح آدمی کھڑے نظر آئے جو فوجی وردیوں میں تھے۔ ان کے ساتھ ایک سفید فام غیر ملکی بھی تھا۔

''یہی لوگ تھے۔'' غیر ملکی غرایا۔ ٹھیک اسی وقت فریدی نے چھت سے لٹکے ہوئے بلب پر ایش ٹرے پھینک مارا تھا۔ ''تڑاخا ہوا'' اور کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ فریدی نے

اپنے عقب والی کھڑکی سے باہر چھلانگ لگائی تھی اور اندھیرے میں دوڑتا چلا گیا تھا۔

سنگ ہی کسی قدر چڑچڑا ہو رہا تھا۔ موٹی عورت سے جی بھر گیا تھا اور اب اسے کسی دوسری کی فکر تھی۔ لیکن فنچ تھا کہ بار بار اس کی توجہ اس کام کی طرف مبذول کرا دیتا تھا جس کے لئے اسے رہائی دلوائی گئی تھی۔

''اگر یہ مرحلہ درپیش نہ ہوتا تو میں تمہیں جان سے مار دیتا۔'' سنگ ہی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''آسانی سے مر جانے والوں میں سے نہیں مسٹر سنگ ہی۔''

''خیر......خیر......دیکھا جائے گا۔''

''تم نے خواہ مخواہ ان دونوں کو کیوں پکڑ رکھا ہے۔''

''ایک فریدی تک پہنچائے گا اور دوسرا اچھے خاصے بنک بیلنس تک۔ ے ذاتی اخراجات کے لئے بھی تو کچھ ہونا چاہئے۔ جب تک میں بازارِ حسن کا بچہ ر بے باق نہ کردوں گا بات نہیں بنے گی۔ ویسے میں کچھ اور بھی سوچ رہا ہوں۔''

''کیا سوچ رہے ہو......؟''

''فینی ایڈ ہاور......!''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل بسا۔ اپنی عمر کی حدود سے باہر نہ نکلا کرو۔''

''ابھی میری کوئی عمر ہی نہیں ہے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے کہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔''

''کسی طرح فینی ایڈ ہاور کو یہاں لاؤ۔''

''میں کچھ نہیں کرسکتا۔ میں کیا جانوں اُسے۔ میں نے تو اُسے کام پر آمادہ نہیں کیا تھا۔''

''اس کے باپ سے میرا نام لینا۔ وہ اسے تمہارے ساتھ کر دے گا۔''

''اپنے کام سے کام رکھو جندر......!''

''وہ تو میں رکھوں گا مگر تم اس لڑکی کو ہاتھ بھی نہ لگا سکو گے۔''

''کیوں شامت آئی ہے تمہاری۔ میں فینی کو فون کر کے یہاں طلب کرنے جا رہا ہوں۔''

''کر کے دیکھو! کیا حشر ہوتا ہے تمہارا۔''

سنگ اسے گھورتا ہوا اٹھا اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ ''انکل سنگ بول رہا ہوں بے بی! کیا تم نورنگ چوراہے پر آ سکتی ہو۔ یک! تو بیس منٹ کے اندر اندر پہنچ جاؤ۔ وہاں سے میرا آدمی تمہیں مجھ تک لائے گا اُوکے۔'' ریسیور رکھ کر وہ فنچ کی طرف مڑا۔ لیکن فنچ وہاں نظر نہ آیا۔

''کتے کا بچہ!'' وہ بڑبڑایا اور بوتل سے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا تھا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسرے ہاتھ میں گلاس تھا۔ ''ہاں...... میں ہی بول رہا ہوں۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''نہیں ابھی تک اس کا سراغ نہیں مل سکا۔ اس کا اسسٹنٹ بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہاں وہ ابھی میرے ہی پاس ہے...... تم فکر نہ کرو۔ یہ دیکھنا میرا کام ہے اور ہاں دیکھو مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں انچارج ہوں۔ شٹ اپ...... اپنے کام سے کام رکھو۔'' اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ کر ایک گندی سی گالی دی تھی اور جلدی جلدی شراب کی چسکیاں لینے لگا تھا۔ فنچ واپس نہ آیا۔ آدھے گھنٹے تک وہ شراب سے شغل کرتا رہا تھا۔ پھر فینی ایڈ ہاور کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

''آؤ...... آؤ......!'' سنگ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تمہارے لئے تین سو سال پرانی پرتگالی شراب تہہ خانے سے نکلوائی ہے۔''

''کیا تمہارا کام حسب مرضی نہیں ہوا۔''

''ہو گیا ہے...... بیٹھو...... تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو۔''

''کچھ بھی نہیں۔'' بس جلد ہی واپس جانا ہے۔ وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتی

ہوئی بولی۔ ''کیا اب تم میرے باپ کا قصور معاف کر دو گے۔''

''گھبراہٹ میں تم اور زیادہ خوبصورت لگنے لگتی ہو۔''

''مسٹر سنگ پلیز...... میں بہت پریشان ہوں۔ اب پاپا سے مت الجھنا۔ وہ دل کے مریض ہیں۔''

''میں بھی سوچ رہا ہوں کہ مسٹر ایڈ ہاور کو تنہا چھوڑ دیا جائے۔''

''بہت بہت شکریہ۔''

''میں نے یہی کہنے کو بلایا ہے۔ اب تم صبح کو واپس جانا۔''

''کک...... کیا مطلب؟''

''مسٹر ایڈ ہاور کی آزادی کی قیمت......!''

''یہ ناممکن ہے۔'' وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

''تو پھر مسٹر ایڈ ہاور کو کل ہی خودکشی کرنی پڑے گی۔''

''مم...... مسٹر سنگ...... چھین۔'' اُسے چھینک آئی تھی اور وہ دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ ادھر سنگ بھی چھینکنے لگا تھا۔ ٹھیک اسی وقت پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیئے تھے۔ فنچ دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا۔

''پولیس...... پولیس...... گھیرا ڈال رہی ہے۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

''پولیس...... آچھیں...... آنے دو...... آچھیں۔''

''بچاؤ...... بچاؤ...... آچھیں۔'' فینی چیخنے لگی تھی۔

قاسم پیٹ پیٹ چیخ رہا تھا۔ حمید اونگھ رہا تھا اور وہ موٹی عورت کبھی قاسم کو گھورنے لگتی

تھی اور کبھی حمید کو۔

''تمہارا پیٹ ہی نہیں بھرتا کسی صورت سے۔'' اس نے کہا۔

''تم چوپ رہو...... بڈھی کھوسٹ۔''

''پھر میں گالیاں دیتی ہوں تو بُرا مانتے ہو۔''

''ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا...... دیقر تو دیخو غالیاں۔''

''اُو خاموش رہو کم بختو...... مجھے سونے دو۔'' حمید دہاڑا تھا۔

''اے تو قیوں مرے جا رہے ہو۔ ارے یہ کیا...... ہائیں سنو۔''

حمید بھی چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔ لیکن دروازہ تو باہر سے مقفل تھا۔

''کیا بات ہے؟'' موٹی عورت نے قاسم سے پوچھا۔

''پولیس......!''

''ارے باپ رے۔''

''قیوں......؟ تمہارا دم قیوں نقل گیا۔''

''بہت مارتے ہیں حرامزادے۔''

''ان کے سامنے حرامجادہ نہ کہو۔'' قاسم نے حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''بُرا مان جائیں غے۔''

''یہ کیوں بُرا مان جائیں گے۔''

''کھد بھی حرامجادے ہیں۔'' قاسم کہہ کر کھی کھی کھی کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس دروازے پر ضربیں پڑنے لگی تھیں۔

''دروازہ کھولو۔ اندر کون ہے؟'' باہر سے آواز آئی۔

''ایک طوائف، ایک سرمایہ دار اور ایک پولیس والا۔'' حمید نے اندر سے ہانک لگائی۔ ''دروازہ باہر سے مقفل ہے۔''

پھر دروازہ ٹوٹنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ لیکن سارے چہرے حمید کے لئے اجنبی تھے۔

''چلو...... باہر نکلو۔''

''تمہارا انچارج کہاں ہے؟'' حمید نے کانسٹیبل سے پوچھا۔ لیکن اُسے جواب نہیں ملا تھا۔ وہ ایک بڑے کمرے میں لائے گئے جہاں انچارج کے ساتھ سارجنٹ رمیش بھی موجود تھا۔ حمید کو دیکھ کر اس کی طرف لپکا۔ انچارج بھی قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

''اور کون ہاتھ لگا ہے؟'' حمید نے رمیش سے پوچھا۔

''کوئی بھی نہیں۔''

''حالانکہ وہ دونوں یہیں تھے۔''

''ہاں ایک لیڈیز پرس ضرور ہاتھ لگا ہے۔'' رمیش نے کہا۔

''اسے اپنے ہی قبضے میں رکھنا۔''

''اور یہ عورت......؟''

''یہ یہاں سرے سے تھی ہی نہیں۔ رپورٹ میں اس کا نام نہیں آئے گا۔''

کچھ دیر بعد وہ باہر آئے تھے۔ عورت حمید کی بلائیں لے کر بولی۔ ''آپ پر قربان...... آپ نے جان بچائی۔ ورنہ وہ میری کھال اُتار دیتے۔''

''بس جاؤ......سب کچھ بھول جاؤ۔''

وہ چلی گئی تھی۔ قاسم حمید کو عجیب انداز میں دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً بولا۔ ''اب قہو تو میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ سالے ٹکر ٹکر دیکھتے رہے اور میرے پچھتر ہزار غائب ہو گئے۔''

''غائب کہاں ہو گئے۔ تمہارے معدے میں پہنچے اور گٹر میں بہہ گئے۔''

''اب اگر مرتے بھی ہو گے تو پلٹ کر نہیں دیکھوں غا۔''

پھر قاسم بھی چل دیا تھا اور صرف رمیش رہ گیا تھا۔

''آپ کی گاڑی تو ہوٹل ڈی فرانس سے منگوائی گئی تھی۔ دراصل غلطی میری ہی تھی کہ میں نے آپ کو آنکھوں سے اوجھل ہونے دیا۔ میرے ایک عزیز کی موت ہو گئی تھی۔''

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن پے در پے کئی چھینکوں نے بات آگے نہ بڑھنے دی اور پھر لمبی لمبی سانسیں لیتا ہوا بولا۔ ''پتا نہیں ان کا سلسلہ کیسے ختم ہو گا۔''

''چھینکوں کا۔'' حمید نے حیرت سے پوچھا۔

''جی ہاں...... جیسے ہی ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے تھے ہم پر چھینکوں کا حملہ ہو گیا تھا۔ غالباً کسی قسم کی گیس کے اثرات تھے وہاں اور یہ لیڈیز پرس بھی وہیں ملا تھا۔ ہاں تو حلقے کے تھانے کے انچارج سے کسی نے فون پر اس عمارت کا پتہ بتاتے ہوئے کہا تھا کہ یہاں ایک پولیس آفیسر قید ہے۔ آپ کا نام لیا تھا۔ میں نے پہلے ہی سارے تھانوں کو مطلع کر دیا تھا کہ جیسے ہی آپ کا سراغ ملے مجھے آگاہ کر دیا جائے۔''

''بہت ایکٹو ہو رہے ہیں۔''

رمیش کچھ نہ بولا۔ حمید نے کہا۔ ''ذرا مجھے تو دکھانا یہ پرس۔''

''پرس سے میک اپ کی اشیاء کے ساتھ ہی اعشاریہ دو پانچ کا پستول بھی برآمد ہوا تھا۔ دو تین وزیٹنگ کارڈ تھے۔ جن پر فینی ایڈہاور کا نام اور پتہ موجود تھا۔''

''اچھا.....!'' حمید طویل سانس لیکر بولا۔ ''اب بقیہ معاملات صبح کو دیکھے جائیں گے۔''

رمیش رخصت ہو گیا۔ وہ گھر آیا تھا۔ ملازموں سے معلوم ہوا کہ فریدی کی طرف سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی۔

دوسری صبح وہ فینی کے پرس سمیت اس سفارت خانے کی طرف جا نکلا تھا جہاں اس کا باپ سیکریٹری کے عہدے پر فائز تھا۔ اس کے دفتر سے معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے۔ گھر پر ہی مل سکے گا۔ لہٰذا اس نے گھر کی راہ لی۔

ملازم اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اس کا کارڈ اندر لے گیا تھا۔ اس نے ملازم کو یقین دلایا تھا کہ فینی اسے اچھی طرح جانتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آئی تھی اور حمید پر نظر پڑتے ہی دروازے میں ٹھٹھک کر رہ گئی تھی۔

''تم.....!'' وہ ہکلائی۔ ''یہاں کیوں آئے ہو۔ خدا کے لئے چلے جاؤ۔''

''تمہارا پرس تم تک پہنچانے جسے تم جلدی میں وہیں بھول آئی تھیں۔''

''یہاں سے چلے جاؤ۔ میں کہیں اور تم سے مل لوں گی۔''

''آخر کیوں؟ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ میری حکومت تمہارے باپ کو ناپسندیدہ شخص قرار دے کر واپس بھی بھجوا سکتی ہے۔''

''آہستہ بولو۔'' وہ آگے بڑھ کر گھگھیائی۔ ''میرا باپ بیمار ہے۔ اگر اس کے کان میں اس کی بھنک بھی پڑ گئی تو اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔''

''تب تو پھر تم میرے ساتھ چلو...... کہیں اور بات کریں گے۔''

پل بھر کے لئے فینی کی آنکھوں میں تشویش کے سائے نظر آئے تھے۔ پھر وہ سر ہلا کر بولی تھی۔ ''اچھا تم چل کر اپنی گاڑی میں بیٹھو میں آ رہی ہوں۔''

''یہ ہوئی قاعدے کی بات۔'' حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

فینی نے دیر نہیں لگائی تھی۔ اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھتی ہوئی بولی۔

''اب چلو...... جہاں چلتے ہو۔''

''کسی کھلے میدان میں۔''

''میں بھی یہی مشورہ دوں گی۔''

''پبلک پارک......!''

''یہی مناسب ہے۔''

''گفتگو شروع کر دوں یا وہیں چل کر۔''

''جیسے دل چاہے۔'' وہ بیزاری سے بولی۔

''تمہیں علم ہو گیا ہوگا کہ میں ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہوں۔''

''ہاں تمہارا کارڈ دیکھ کر علم ہو گیا ہے۔''

''تمہارے پرس میں ایک پستول بھی موجود ہے۔''

''میری ملکیت نہیں ہے۔ مجھے پھنسانے کے لئے کسی نے رکھ دیا ہوگا۔''

''عدالت اسے تسلیم نہیں کرے گی۔''

''کیا تم اتنے بے درد ہو کہ اس معاملے کو عدالت تک لے جاؤ گے۔''

''ہمیں رحم کرنے کی تنخواہ نہیں ملتی۔''

''میرا باپ بہت بیمار ہے۔ کچھ تو خیال کرو۔''

''تم پچھلی رات وہاں کیوں گئی تھیں؟''

''بلوائی گئی تھی۔'' اس نے تنفر آمیز لہجے میں کہا۔

''اس کی تنخواہ دار ہو۔''

''ہرگز نہیں۔'' فینی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تم بلیک میل ہو رہی ہو یا تمہارا باپ ہو رہا ہے۔''

''تو تم جانتے ہو۔'' وہ مردہ سی آواز میں بولی۔

''صرف اس حد تک کہ اس آدمی کا طریق کار بلیک میلنگ ہے۔''

''وہ میرے باپ کو بلیک میل کر کے مجھ سے کام لے رہا ہے۔ لیکن پچھلی رات جس کام کے لئے بلایا تھا اس پر میں آمادہ نہیں ہوئی تھی۔ بحث ہو رہی تھی کہ پولیس نے چھاپہ مارا اور ہم تینوں وہاں سے نکل گئے۔''

''اب وہ دونوں کہاں ہوں گے۔''

''خدا جانے...... میں سڑک پر نکل آئی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ دونوں کہاں گئے۔''

''لائم جوس میں تم نے ہی بیہوشی کی دوا ملائی تھی۔''

''ہاں...... مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم جو مشروب بھی استعمال کرو اس میں غشی کی دوا ڈال دوں۔''

''خاصی صفائی ہے تمہارے ہاتھ میں۔ مجھے علم ہی نہ ہو سکا۔''

''اب بتاؤ کیا ہوگا۔ میرے باپ پر رحم کرو۔ اگر وہ ناپسندیدہ شخصیت قرار دے دیا گیا تو مر جائے گا۔''

''صرف ایک صورت میں ہے۔''

''بتاؤ...... مجھے کیا کرنا ہوگا۔''

''ان دونوں کا ٹھکانہ معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔''

''میں تیار ہوں۔''

''اگر وہ دونوں نہ پکڑے گئے تو تمہاری مٹی پلید ہو جائے گی۔''

''میں سمجھتی ہوں۔ وہ لمبا آدمی بے حد سُوّر معلوم ہوتا ہے۔''

''تمہارے تصور سے بھی کہیں زیادہ۔'' فینی کچھ نہ بولی۔

''اب بتاؤ وہ پستول کس کا ہے؟''

''میرا ہی ہے۔ جب سے ان لوگوں سے سابقہ پڑا ہے رکھنے لگی ہوں۔''

''ٹھیک ہے...... اب پبلک پارک جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ واپس چلو۔''

''نہیں...... میں کچھ دیر باہر رہنا چاہتی ہوں۔''

''تمہاری مرضی۔''

''آخر وہ لوگ کون ہیں؟ اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔ لمبا آدمی چینی معلوم ہوتا ہے اور چھوٹا آدمی لہجے سے امریکن لگتا ہے۔''

''دونوں اپنی اپنی حکومتوں کے مجرم ہیں۔''

''چھوٹا آدمی اتنا بُرا نہیں معلوم ہوتا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید فنچ ہی نے تھانے کے انچارج کو فون کیا تھا۔ غالباً اس لڑکی کو سنگ کے دست بُرد سے بچانا چاہتا تھا۔

''تو اب میں تمہیں کہاں لے چلوں۔'' حمید نے پوچھا۔

''جہاں دل چاہے۔''

''میرا خیال ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے۔'' حمید نے عقب نما آئینے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔'' وہ زرد رنگ کی گاڑی شروع ہی سے پیچھے لگی ہوئی ہے۔''

''اگر یہ بات ہے تو پھر گھر ہی چلو...... میں کسی قسم کا خطرہ مول لینے پر تیار نہیں۔''

''بہت اچھا......!''

پھر وہ گاڑی موڑ ہی رہا تھا کہ ایک ٹرک نے راستہ روک لیا اور ایک زرد رنگ کی کار ٹھیک اس کی گاڑی کے پیچھے رکی تھی۔ اس پر سے ایک آدمی اُتر کر حمید کی گاڑی کی طرف آیا اور پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر بڑی بے تکلفی سے بیٹھتا ہوا بولا۔'' میرا ریوالور بے آواز ہے آفیسر۔ ٹھیک...... اب گاڑی موڑو اور چپ چاپ چلتے رہو۔''

''اور اگر میں انکار کردوں تو۔''

''تم بھی مرجاؤ گے اور میں بھی مرجاؤں گا۔''

ٹرک سامنے سے ہٹ چکا تھا۔حمید نے گاڑی موڑ دی اور پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔''لڑکی تمہارا باپ مر چکا ہے۔لہٰذا اب گھر جانے سے کیا فائدہ۔''

''نن......نہیں......!'' وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''تم اول درجے کے گدھے معلوم ہوتے ہو۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''وہ کیوں مسٹر عقل مند۔''

''یہ اطلاع اتنی بے دردی سے نہ دینی چاہئے تھی۔''

''مجھے روتی ہوئی عورتیں اچھی لگتی ہیں۔'' اس نے ہنس کر کہا پھر بولا۔''اگلے چوراہے سے بائیں جانب موڑ دینا۔''

''تم خود کو موت کے منہ میں لے جا رہے ہو۔''

''تم بھی ساتھ رہو گے اس لئے پرواہ نہیں۔''

فینی برابر روئے جا رہی تھی۔حمید جانتا تھا کہ اگلے چوراہے سے مڑنے کے بعد گاڑی کا رخ ویرانے ہی کی طرف ہوگا۔ وہ تن بہ تقدیر ہو کر چلتا رہا۔پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی اب خاموش تھا۔ گاڑی تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔حمید سوچ رہا تھا کہ تنہا آ کر اس نے غلطی کی ہے۔خیر......اب کیا کرنا چاہئے۔

''کیا ہماری قبریں پہلے سے تیار کر لی گئی ہیں۔'' حمید نے اونچی آواز میں پوچھا۔

''ارے نہیں آفیسر......تم ابھی بہت جیو گے۔تم دونوں قتل کر دینے کے لئے نہیں لے جائے جا رہے۔صرف ہمیں اپنی میزبانی کا شرف بخشو گے۔''

''تم ہو کون......؟''

''اب اتنے بھی انجان نہ بنو۔ ہمارے باس سے تمہاری شناسائی نئی نہیں ہے۔''

''سنگ ہی۔''

''ہاں کیپٹن......!''

حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔ گاڑی کچھ دیر بعد ویرانے میں داخل ہو رہی تھی۔ اسے ایک کچے راستے پر موڑنے کو کہا گیا تھا۔حمید خاموشی سے تعمیل کرتا رہا۔

''بس اب روک دو......اور گاڑی سے اُتر جاؤ۔''

''یہ کس خوشی میں۔''

''چلو......جلدی کرو۔''

حمید نے مڑ کر دیکھا۔ ریوالور کی نال اس کی کھوپڑی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ چپ چاپ گاڑی سے اُتر جانا پڑا۔ وہ آدمی اسٹیئرنگ کے سامنے آ بیٹھا تھا۔ حمید دور کھڑا دیکھتا رہا۔ گاڑی تیزی سے بیک ہوئی تھی اور اگلی جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

جنگل میں دونوں تنہا کھڑے ایک دوسرے کی شکل دیکھے جا رہے تھے۔

شیر آیا شیر

آپ دونوں کی تشریف آوری کا بہت بہت شکریہ۔'' دفعتاً عقب سے آواز آئی۔ وہ چونک کر مڑے تھے اور سنگ سامنے کھڑا دکھائی دیا۔ اس کے دائیں بائیں دو آدمی اور بھی تھے جنہوں نے اسٹین گنیں سنبھال رکھی تھیں۔

''مجھے یقین تھا کہ آپ فینی کے گھر تشریف لے جائیں گے کپتان صاحب۔'' سنگ طنزیہ لہجے میں بولا۔

''اچھا تو پھر......؟''

''آپ بدستور میرے مہمان رہیں گے۔''

''تمہارے آدمیوں نے اطلاع دی تھی کہ فینی کا باپ مر گیا ہے۔''

''یہ درست ہے۔''

''لہٰذا یہ واپس جائے گی۔''

''ہرگز نہیں کپتان صاحب۔ تنہائی میں آپ بور ہوں گے اگر یہ چلی گئی۔ دن بھر آپ کے ساتھ رہا کرے گی اور راتیں میرے ساتھ گزارے گی۔''

''تم جو کچھ مجھ سے معلوم کرنا چاہتے ہو میرے علم میں نہیں ہے۔''

''میں جانتا ہوں اور تم صرف دل بہلانے کی چیز ہو۔ اس سے زیادہ تمہاری اہمیت نہیں ہے میری نظروں میں۔ چلو دائیں جانب مڑ جاؤ۔ تمہاری گاڑی خیریت سے گھر پہنچ جائے گی۔''

حمید دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دائیں جانب مڑ گیا تھا اور ایک اسٹین گن اسکی کمر سے آ لگی تھی۔ فینی اس کے پیچھے چل رہی تھی اور اس نے پھر رونا شروع کر دیا تھا۔ حمید چلتا رہا تھا۔ سنگ کی آواز پھر نہیں سنائی دی تھی۔ پگڈنڈی کی دونوں اطراف اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں۔ اگر اسٹین گن کمر سے نہ لگی ہوتی تو حمید کچھ کر گزرنے کی سوچتا۔ وہ ایک پتھروں اور لکڑی کے تختوں سے بنی ہوئی عمارت کے سامنے لائے گئے تھے اور سنگ کی آواز سنائی دی تھی۔

''جب تک یہ روتی رہے اسے اپنے ہی پاس رکھنا۔ پھر میک اپ وغیرہ کر کے میرے پاس بھجوا دینا۔''

''اس بار تم میرے ہاتھوں سے زندہ نہیں بچو گے۔'' حمید دانت پیس کر بولا۔

سنگ ہنستا ہوا عمارت کی دوسری طرف چلا گیا تھا۔

انہیں اندر لا کر ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔

''تم کیسے بزدل آفیسر ہو۔'' فینی سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

''اسٹین گنیں لکڑی کی نہیں تھیں۔''

''کیا وہ اتنا ہی زبردست ہے کہ پولیس آفیسروں کو پکڑوالے۔''

''محض اتفاق ہے۔''

''تو کیا تم مجھے اس کے پاس بھجوا دو گے۔''

''میری زندگی میں تو ممکن نہیں۔''

اس کی سسکیاں اور ہچکیاں بدستور جاری رہیں۔ حمید الجھن میں پڑ گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں

آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ فریدی نے یقینی طور پر رام گڑھ ہی کی راہ لی ہوگی۔ تھوڑی دیر بعد ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دی اور وہ چونک پڑا۔ اوپر روشندان میں ایک چہرہ نظر آیا تھا۔ فنچ کا چہرہ۔ وہ ہاتھ کے اشاروں سے اُسے تسلیاں دے رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی مدد کرنے پر پوری طرح آمادہ ہو۔ حمید نے سر کو جنبش دی تھی اور فینی کی طرف دیکھنے لگا جو زانوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔

فنچ کا چہرہ غائب ہوگیا۔ حمید فینی کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا تھا۔

''فکر نہ کرو۔ ہم جلدی ہی نکل جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

''ناممکن! اب تو مجھے رہائی کی صورت نہیں نظر آتی۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''اس آسمان کے نیچے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔''

''اوہ...... کیا فرق پڑتا ہے۔ اب رہائی کی خواہش بھی نہیں ہے۔ کہاں جاؤں گی۔ کس کے لئے جاؤں گی۔''

''تمہارے دوسرے اعزہ......!''

''باپ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ماں بچپن ہی میں مرگئی تھی۔''

''پھر بھی...... سفارت خانے کو تمہارے لئے تشویش ہوگی۔''

''ہوا کرے...... میں نے کہہ دیا نا کہ میں اب واپس نہیں جانا چاہتی۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔ ''میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے اس آدمی کو فنا کردوں جس کی وجہ سے میرا باپ مرا ہے۔''

''اس کے ساتھ رہ کر تم اُسے فنا نہیں کرسکو گی۔''

''بحث مت کرو۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔''

حمید خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

وقت بڑی سست روی سے گزر رہا تھا اور وہ قید تھا۔ ایک روتی بسورتی ہوئی سی لڑکی کے ساتھ۔ دفعتاً اس کی نظر لڑکی کے ہاتھ پر پڑی۔

''یہ...... یہ انگشتری...... کچھ دیر پہلے تو نہیں تھی تمہارے ہاتھ میں۔'' اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''وہ اُدھراس گوشے میں پڑی ہوئی تھی۔ یاقوت کا نگینہ ہے۔ میری انگلی میں فٹ آئی ہے۔''

''فوراً اتار دو...... اگر تم نے یہاں پڑی پائی ہے۔''

''کک...... کیوں اُتار دوں۔''

''اب تک نصف درجن سے زائد لوگ مر چکے ہیں ان انگشتریوں کے چکر میں۔ تم نے نیاگرہ میں مرنے والے چار آدمیوں کے بارے میں سنا ہوگا۔''

''اوہ...... ہاں...... جن کے الیکٹرک شاک لگا تھا۔''

''لیکن ان کے آس پاس الیکٹرک کا نام ونشان تک نہیں تھا۔''

''ہاں...... میں نے یہ کہانی اخبارات میں پڑھی تھی۔''

''ان کے ہاتھوں میں ایسی یاقوت کے نگینوں والی انگشتریاں تھیں۔ دراصل یہی نگینہ برقی رو میں تبدیل ہوجاتا ہے۔''

''کیوں ڈرا رہے ہو مجھے۔''

''میں تمہاری موت کا صدمہ برداشت نہیں کرسکوں گا۔ البتہ اس انگوٹھی سے ایک بہتر کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ لاؤ اتارو...... مجھے دو۔''

فینی خوفزدہ نظر آنے لگی تھی۔ اس نے انگوٹھی اتار کر حمید کی طرف بڑھا دی۔ اس نے اس کا دھات والا حصہ موڑ توڑ کر اُسے قفل کے سوراخ میں پھنسا دیا تھا۔

''یہ کیا کیا تم نے۔''

''دروازے کا قفل برقی رو کے ذریعے توڑنے کا تجربہ کررہا ہوں۔''

''تم مجھے شروع ہی سے عجیب لگ رہے ہو۔ اب شاید پاگل پن کا بھی دورہ پڑا ہے تم پر۔''

''یہ انگشتری تمہیں قتل کرنے کے لئے یہاں ڈالی گئی تھی لیکن اب یہی ہماری رہائی کا ذریعہ بننے والی ہے۔ بس تم دیکھنا۔''

''میرا سر چکرا رہا ہے۔''

''تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جاؤ۔ سونا چاہو تو سو بھی سکتی ہو۔ میں ڈیوٹی پر ہوں اس لئے مجھ سے کوئی بے ضابطہ حرکت سرزد نہ ہوگی۔ تم مطمئن رہو۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ آخر وہ مجھے قتل کیوں کرنے لگے؟''

''محض مجھے خوفزدہ کرنے کے لئے تاکہ میں ان کے راستے سے ہٹ جاؤں۔''

''تو وہ تمہیں صرف راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ آخر تم میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں۔''

''میں خود ہی سرخاب ہوں۔''

''تم سچ مچ پاگل معلوم ہوتے ہو۔ مجھ سے دور ہٹ کر بیٹھو۔''

''شاید ایک خبر اور بھی تمہاری نظروں سے گزری ہو۔''

''کون سی خبر......!''

''یہی کہ کسی ملک نے اعلان کئے بغیر چپ چاپ ایک مصنوعی سیارہ خلاء میں پہنچایا ہے۔ جو زمین کے گرد گردش کر رہا ہے۔''

''یہ خبر بھی میرے لئے نئی نہیں ہے۔''

''یہ انگوٹھیاں اسی سیارے کے توسط سے چارج ہو جاتی ہیں۔''

''ناقابل یقین...... بعید از فہم۔''

''کچھ دنوں پہلے چاند پر پہنچنا بھی بعید از فہم تھا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ حمید کہتا رہا۔ ''بعض اوقات یہ نامعلوم سیارہ دوسرے سیاروں کے آلات پیغام رسانی کو بھی معطل کر دیتا ہے۔''

''آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔''

''یہی کہ اگر کہیں کوئی ایسی انگوٹھی دکھائی دے تو اُسے ہاتھ بھی نہ لگانا۔''

''یہ خطرہ تو سبھی کیلئے موجود ہے۔ تم نے اُسے مشتہر کیوں نہیں کرایا۔ تمہارا فرض تھا۔''

''بعض اوقات ہمیں راز داری سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔''

''انگوٹھی تم نے اُتروادی۔ اب مجھے چین لینے دو۔ کچھ دیر تمہاری آواز نہیں سننا چاہتی۔''

''بہت بہتر اب نہیں بولوں گا۔''

''شکریہ۔'' اس نے کہا اور کرسی پر نیم دراز ہوگئی۔ لیکن اس کی آنکھیں انگشتری ہی کی

طرف لگی ہوئی تھیں اور حمید دونوں ہی سے لاتعلق نظر آنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فینی بولی۔ ''آخر یہ شخص تمہارے ہی پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔ شہر میں اور بھی پولیس آفیسر ہوں گے۔''

''بس اسی لئے سمجھ لو کہ ضرور وہ سرخاب ہی کے پر ہیں جو مجھ میں لگے ہوئے ہیں۔''

''کیا تم نے کبھی اسے زک دی تھی۔''

''کئی بار۔''

''اسی لئے تمہارے پیچھے پڑ گیا ہے۔''

حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی تھی۔ اس وقت وہ سچ مچ ہالی وڈ کا کوئی ہیرو لگ رہا تھا۔ بے پرواہ اور مطمئن۔

''یا پھر تم بھی اسی کے آدمی ہو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''حالات کے تحت۔ میں تم پر اعتماد کرنے لگوں اور پھر اسی مردود چینی کے ہتھے چڑھ جاؤں۔''

''وہ اب تمہیں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ خواہ اس کے ہاتھ لگ سکو یا نہیں۔''

''میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔''

''تو پھر بس تم مجھ پر اعتماد کرلو۔ میں حتی الامکان تمہیں نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔''

اچانک انگشتری کے نگینے میں تیز قسم کی چمک پیدا ہوئی تھی۔ پھر تڑاخا ہوا تھا اور ہوا کے ریلے سے دروازہ کھل گیا۔ باہر شاید تیز ہوا چل رہی تھی۔

دونوں بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور متحیرانہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر حمید چونک کر بولا۔ ''چلو نکلو یہاں سے۔ کھڑی کیوں ہو۔'' اس نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور کھینچتا ہوا باہر نکال لایا۔ لیکن عجیب بات تھی کہ کوئی مزاحمت کرنے کے لئے موجود نہیں تھا۔ کہیں بھی کوئی آدمی نہ دکھائی دیا۔ پوری عمارت خالی تھی۔ صدر دروازے کے قریب ایک چھوٹا سا کارڈ پڑا نظر آیا۔ حمید نے جھک کر اسے اٹھایا تھا۔ کارڈ پر چند جملے تحریر تھے۔

''حراساں نہ ہونا...... اس وقت پوری دنیا خطرے میں ہے۔

اگر تم دونوں نے ہمت ہار دی تو کچھ بھی نہ ہو سکے گا...... میں حتی الامکان یہی کوشش کرتا رہوں گا۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہو۔
فنچ......!''

حمید نے کارڈ کے پرزے پرزے کر کے سگریٹ لائیٹر سے جلا دیا۔ لیکن سوال تو یہ تھا کہ اب یہاں سے واپسی کس طرح ہوگی۔ لیکن جلد ہی ان کی مایوسی رفع ہوگئی۔ عمارت ہی میں ایک جگہ ایک سائیکل کھڑی نظر آ گئی تھی۔ حمید اسے باہر نکال لایا تھا۔

''بیٹھو آگے......!'' اس نے فینی سے کہا۔

''تھک کر چور ہو جاؤ گے۔''

''تم فکر نہ کرو...... یہاں اس جنگل میں پڑے رہنے سے تو یہی بہتر ہوگا کہ کسی صاف ستھری سڑک پر گر کر جان دے دوں۔''

''جیسے تمہاری مرضی۔'' فینی نے کہہ کر ٹھنڈی سانس لی تھی۔

رام گڑھ کا چپہ چپہ فریدی کا دیکھا ہوا تھا۔ وہ اندھیرے میں بھاگتا رہا۔ جب سے یہاں آیا تھا ہر وقت مسلح رہتا تھا اور ایک چھوٹی سی زیادہ قوت والی ٹارچ جیب میں پڑی رہتی تھی۔ نہایت آسانی سے وہ ایک بار پھر وہیں جا پہنچا تھا جہاں کچھ دیر پہلے مداخلت کاروں سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ یہاں اب سناٹا تھا۔ پتا نہیں ان بیچارے شکاریوں پر کیا گزری ہو۔ اس کا سامان بھی تو ہوٹل ہی میں رہ گیا تھا۔ لیکن سامان میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جس کی بناء پر اس کی اصل شخصیت کسی کے سامنے آ سکتی۔

بڑی دیر تک پہاڑوں میں بھٹکتا رہا تھا۔ پھر اُسے کسی ایسے غار کی تلاش ہوئی تھی جہاں

رات گزار سکتا۔ اب ہوٹل واپس جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک غار کے دہانے کے قریب کھڑا تھا۔ لیکن جیسے ہی اندر قدم رکھا سڑتے ہوئے گوشت کی بدبو سے دماغ چکرا گیا۔ جلدی سے ٹارچ روشن کرلی اور پھر سچ مچ اس کے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ اس کے سامنے بہت سی لاشیں پڑی سڑ رہی ہیں۔ ان کے جسموں پر سرحدوں کے محافظوں کی وردیاں تھیں۔ ہر ایک کی انگلی میں بغیر نگینے کی ایک ایک انگوٹھی بھی تھی۔ وہ غار سے باہر آ گیا۔ معدہ حلق میں اُمنڈا آ رہا تھا۔ باہر آتے ہی اسے بڑی سی قے ہوئی تھی اور وہ تیزی سے ایک طرف چل پڑا تھا۔ ایک بڑی سی مسطح چٹان تلاش کی جس پر برف نہیں جمی ہوئی تھی اور کھلے آسمان کے نیچے لیٹ گیا۔ تو یہ ہوا تھا یہاں جس کی بناء پر اسے ممنوعہ علاقہ بنادیا گیا تھا۔ ابھی حال ہی میں ادھر رینجرز کا ایک دستہ تعینات کیا گیا تھا۔ نئے انتظامات کے تحت حکومت نے اسمگلنگ کو روکنے کا تہیہ کرلیا تھا اور ان تمام جگہوں پر محافظ لگا دیئے گئے تھے۔ جہاں سے اسمگلر ملک کی حدود میں داخل ہوا کرتے تھے۔ یہ پوائنٹ بھی اسمگلنگ کے لئے مشہور تھا۔ بہرحال ان رینجرز کو ٹھکانے لگا دینے کے بعد شاید انہوں نے ان کی جگہ پر اپنے آدمی مقرر کردیئے تھے جو یقینی طور پر رینجرز ہی کی وردیوں میں ہوں گے۔ مردہ رینجرز انگوٹھیوں کے شکار ہوئے تھے۔ انہیں کہیں نہ کہیں ایک تھیلی پڑی ملی ہوگی جس میں یاقوت کی انگوٹھیاں رہی ہوں گی۔ انہوں نے ان کو کسی اسمگلر کا مال سمجھ کر آپس میں تقسیم کرلیا ہوگا اور پھر بغیر کسی جدوجہد کے مرگئے ہوں گے۔

فریدی کھلے میں لیٹا ضرور تھا لیکن اسی جگہ سو جانے کا ارادہ ہرگز نہیں تھا۔ کوئی دوسرا غار تلاش کرنا چاہئے۔ اس نے سوچا اور اٹھ بیٹھا۔ تھوڑی دیر تک بھٹکتے رہنے کے بعد ایک چھوٹا سا غار مل گیا تھا اور اس نے رات وہیں بسر کی۔ صبح اٹھ کر پھر اس نے آبادی کا رخ کیا۔ دوسرا سامان خریدا اور دوسرے ہوٹل میں جا مقیم ہوا۔ یہاں کا قیام عارضی ہی تھا۔ یہاں اس نے دوسرا میک اپ کیا اور تیسرے ہوٹل کی راہ لی۔ ویسے یہاں کا کمرہ بھی انگیج ہی رکھنا چاہتا تھا۔ کچھ باوردی لوگ اب بھی اسے رام گڑھ میں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے اور یہ سو فیصد نقلی رینجرز تھے۔ وہ چاہتا تو انہیں اسی وقت قانون کے حوالے کرسکتا تھا۔ لیکن اس

طرح بڑی دشواری پیدا ہو سکتی تھی۔ وہ ہوشیار ہو جاتے اور زندگی بھر ان کی تلاش جاری رہتی۔
کام کے لئے اس نے رات ہی کا وقت مناسب سمجھا تھا۔ اب اُسے شدت سے حمید کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ لہٰذا اس نے ٹیلی فون آفس سے حمید کو کال کیا تھا۔ حمید نے مختصراً وہ سب کچھ کہہ سنائی جو اس پر گزر رہی تھی۔

''تو کیا اب بھی لڑکی تمہارے ساتھ ہے۔''

''جی ہاں۔''

''اچھی بات ہے تو اس سمیت ہی چلے آؤ۔ لیکن لڑکی کو میک اپ میں ہونا چاہئے۔ ورنہ پکڑے گئے تو کسی طرح بھی جوابدہی سے نہ بچ سکو گے۔ معاملہ ایک سفارت خانے کا ہے۔''

''کہاں قیام کروں گا؟''

''ریالٹو میں ایک کمرہ بک کرادوں گا مسٹر اور مسز ساجد کے لئے۔''

''اور اگر وہ مسز بننے پر آمادہ نہ ہوئی تو......؟''

''اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے تحفظ کے خیال سے ایک ہی کمرہ لیا گیا ہے بس اتنا ہی کہہ دینا۔''

''آپ بہت مہربان آفیسر ہیں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔''

''تم خود بھی میک اپ میں ہو گے...... میں تم سے مل لوں گا۔''

''بہت بہتر جناب عالی۔''

کہیں پر کوئی ایسی جگہ بنا لینا جس سے کسی خلائی کاروبار کو کنٹرول کیا جاسکے۔ دو چار دن کی بات نہیں تھی۔ ان لوگوں نے بہت دنوں پہلے اس جگہ پر قبضہ کیا تھا اور جب انہوں نے محسوس کیا کہ اس جگہ دیکھ بھال بھی شروع ہونے والی ہے تو وہ درندگی پر اُتر آئے اور رینجرز کے پورے دستے کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر اس کی جگہ خود ان کے آدمیوں نے لے لی۔ اسی دوران میں انہیں نانوتہ اور ریما کی رہائی کی بھی فکر پڑ گئی۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ وہ بہت جلد بقیہ دنیا کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔
اب سوال یہ تھا کیا وہ تنہا اس کام کو نپٹا سکے گا۔ محکمے کے علم میں اس وقت لاسکتا جب

کوئی واضح اور ٹھوس قسم کا ثبوت مل جاتا۔ رینجرز کی لاشوں کی کہانی ہیجان برپا کرتی اور وہ لوگ پوری طرح ہوشیار ہوجاتے پھر جو کچھ بھی ہوتا اس کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہوتا۔ لہٰذا اس اسٹیج پر یہی مناسب تھا کہ وہ بلیک فورس سے کام لیتا۔

رات ہوئی اور وہ پھر اس علاقہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ آج مطلع ابر آلود تھا۔ گہری تاریکی پہاڑوں پر مسلط تھی۔ فریدی اپنے جانے پہچانے ہوئے راستوں پر بآسانی چلتا ہوا اس غار تک آ پہنچا جہاں پچھلی رات گزاری تھی۔

ان لوگوں کے بیان کے مطابق اگر وہ سچ مچ ممنوعہ علاقہ تھا تو کبھی تو کوئی محافظ وہاں دکھائی دیا ہوتا۔ ویسے جن لوگوں سے پچھلی رات ٹکراؤ ہوا تھا بہت ہی بااثر قسم کے لوگ معلوم ہوتے تھے کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس ہوٹل تک جا پہنچے تھے جہاں ان کا قیام تھا۔ ہوسکتا ہے کچھ شکاریوں کو بھی انہوں نے شریک کار بنالیا ہو۔ ورنہ اتنی جلدی ہوٹل کی نشاندہی ناممکن تھی۔ کسی شکاری ہی نے فریدی کے ساتھیوں کو پہچان کر قیام گاہ کی نشاندہی کردی ہوگی۔

دفعتاً ہیلی کوپٹر کی آواز سے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ آواز دور ہی کی تھی لیکن آہستہ آہستہ قریب ہوتی جارہی تھی۔ پھر قریب قریب اس کے سر ہی پر سے ہوتا ہوا مغرب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسی سمت آگے بڑھ کر تو اُسے بھی چھان بین کرنی تھی۔

بادل متحرک تھے اس لئے تھوڑی تھوڑی دیر بعد تاروں کی چھاؤں پھیل جاتی تھی۔ ایسے میں کسی بلند جگہ سے اس کا متحرک ہیولیٰ دیکھا جاسکتا تھا۔ لہٰذا وہ چٹانوں کی اوٹ لے کر بہت احتیاط سے آگے بڑھتا رہا۔ اچانک بائیں جانب سے کسی عورت کی چیخ سنائی دی وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

''بچاؤ...... بچاؤ......!'' آواز پھر آئی۔ وہ تیزی سے آواز کی سمت پلٹا تھا۔ آواز پھر آئی۔ اندازے کے مطابق بائیں جانب کی نشیب سے آئی تھی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ ڈھلان خطرناک تھی۔ اس لئے فی الفور رک جانا پڑا تھا۔ ویسے اب وہ آوازیں سن سکتا تھا۔ کوئی مرد کہہ رہا تھا ''تھوڑا اور زور لگاؤ۔''

جملہ انگلش میں ادا کیا گیا تھا۔ لیکن عورت اردو میں چیخی تھی۔ ''بچاؤ...... بچاؤ۔''

فریدی نے طویل سانس لی اور آوازوں کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ داہنی جانب پیر جمانے کی جگہ مل گئی تھی اور اب وہ ہاتھوں سے ٹٹولتا ہوا سینے کے بل نشیب میں رینگ رہا تھا۔ آوازیں قریب ہوتی جارہی تھیں۔ عورت کھنکتی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ ''بڑی واہیات ڈیوٹی میرے سپرد کی گئی ہے۔'' اس بار وہ انگلش ہی میں بولی تھی اور لہجہ غیر ملکیوں کا سا تھا۔

''پھر چینخو......!'' مرد نے کہا۔

''حلق میں خراشیں پڑ گئی ہیں......ذرا دم لینے دو۔''

اب فریدی ان کی پشت والی چٹان کے پیچھے تھا۔ عورت پھر بولی۔ ''آخر وہ کیسا آدمی ہے جس کے لئے اس قسم کے جال بچھائے جارہے ہیں۔''

''بے حد خطرناک آدمی ہے۔ بھیڑیا ہی سمجھ لو۔''

''آخر اس سے کس قسم کا خطرہ ہے۔''

''کئی بار اسکے ہاتھوں ہمیں چوٹ ہوچکی ہے۔ ہم جب بھی دنیا کے اس حصے میں کچھ کرنا چاہتے ہیں اُسے کسی نہ کسی طرح علم ہوجاتا ہے اور ہمیں ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔''

''تو کیا اُسے علم ہوگیا ہے؟''

''شاید ہوگیا ہے......حالانکہ اسے الجھائے رکھنے کیلئے اُسی کے شہر میں کچھ محیر العقول وارداتیں کرادی تھیں۔''

''شاید یہی غلطی ہوئی ہے تم سے۔'' عورت بولی۔ ''اُسے چھیڑنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ خاموشی سے سب کام کرتے رہتے۔''

''اس حرامزادے چینی کے ذہن میں جو کچھ بھی بیٹھ جائے۔ یہ اسی کی اسکیم تھی۔ تمہیں شاید نہ معلوم ہو کہ ہماری تنظیم کی دو بڑی عورتیں اس ملک میں قید ہیں۔''

''مجھے علم ہے۔ صرف اتنا جانتی ہوں کہ انہیں رہائی دلانے سے قبل کسی اور کو رہائی دلائی گئی ہے۔ وہ انہیں مختلف جیلوں میں تلاش کرے گا۔''

''ہاں اور یہ بھی اسی کی اسکیم ہے۔ اوہ......ختم کرو......چینخو......جلدی سے۔''

''کہاں تک چیخوں۔'' اس نے کہا اور پھر چیخنا شروع کر دیا۔

جب فریدی کو یقین ہوگیا کہ آس پاس ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے تو اس نے اس سائے پر چھلانگ لگادی جو نسبتاً دوسرے سے قد آور تھا۔ پھر اس کے سنبھلنے سے قبل ہی اس کا ہاتھ اس کی داہنی کنپٹی پر پڑا تھا اور وہ زمین پر گر کر بے حس و حرکت ہوگیا تھا۔

اب عورت سچ مچ مدد کے لئے چیخ رہی تھی۔

''شیر آیا شیر......!'' فریدی نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ ''کون توجہ دے گا...... تمہاری چیخوں پر۔'' پھر اس نے جھپٹ کر اُسے پکڑا تھا اور کاندھے پر لاد لیا تھا۔ ایک ہاتھ اس کے منہ پر جم گیا۔ وہ بے حس و حرکت ہوگئی تھی۔

فریدی بڑی تیزی سے اس غار کی طرف جارہا تھا جہاں سے اس کی روانگی ہوئی تھی۔ عورت دم سادھے اس کے کاندھے پر پڑی رہی اور غار میں پہنچ کر جب اس نے اسے کاندھے سے اتارا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ فریدی کو اس پر حیرت ہوئی تھی۔ لیکن فوری طور پر جواب طلب کرنے کی بجائے موم بتی روشن کرنے لگا تھا۔

عورت زیادہ سے زیادہ پچیس چھبیس سال کی رہی ہوگی۔ سیاہ بالوں اور سیاہ آنکھوں والی ایک دلکش عورت تھی۔ خدوخال نازک تھے۔

''میرے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے۔'' اس نے فریدی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس جملہ کی وضاحت کرو تو زیادہ بہتر ہوگا۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ تم سے قریب ہونا چاہتی تھی۔ تمہارے بارے میں بہت دنوں سے سنتی چلی آرہی ہوں۔ تم کرنل فریدی ہی ہو نا۔''

''تم غلط نہیں سمجھیں۔ اردو اہل زبان کی طرح بول سکتی ہو۔ کس ملک سے تعلق ہے تمہارا۔''

''ڈنمارک میرا وطن ہے۔ میں نے اردو میں اسپیشلائز کیا ہے۔ بہرحال میں نے ہی اس وقت اُسے یہ تدبیر سمجھائی تھی کہ میں ''مدد'' کے لئے چیخوں گی۔ اگر تم ان اطراف میں موجود ہوگے تو ضرور ہماری طرف آؤ گے۔ میری اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا۔ لیکن حقیقتاً میں جانتی تھی کہ کیا ہوگا۔ تم اتنے احمق تو نہیں ہوسکتے کہ اصلیت معلوم کئے بغیر جھپٹ

پڑو۔ اسی لئے میں اسے باتوں میں الجھا لیتی تھی کہ تمہیں اصلیت کا علم ہو جائے اور اس طرح میں تم سے قریب ہو کر تمہیں دیکھ سکوں گی۔"

"اگر میں تمہارا وہی حشر کر کے اُسے اٹھا لاتا تو۔"

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم عورتوں سے تشدد آمیز برتاؤ نہیں کرتے۔"

"بہت باخبر معلوم ہوتی ہو۔ بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ۔"

"اور اچھی طرح دیکھ لو۔"

"کیسے دیکھ لوں جبکہ تم غالباً میک اپ میں ہو۔"

"یہ بھی درست ہے۔ اپنا نام بتانا پسند کرو گی۔"

"گریشی ٹارلوہام......!"

"گریشی اچھا نام ہے۔"

"شکریہ۔"

"اب چلو تمہیں وہیں چھوڑ آؤں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"دیکھ چکیں......اب کس لئے رکو گی۔"

"لیکن میں تو اب ان میں واپس نہیں جانا چاہتی۔ اس کے لئے مجھے عرصے سے کسی مضبوط سہارے کی تلاش تھی۔"

"کیا تھریسیا کے ہاتھوں تمہاری تربیت ہوئی ہے۔"

"بہتوں کے لئے وہ صرف ایک نام ہے۔ درشن آج تک نہیں ہوئے۔ میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں۔"

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی کہ اس کا مقصد کیا ہے لیکن کسی جگہ بہت سے سائنسی آلات اکٹھا کئے گئے ہیں۔"

''کس جگہ......!''

''جگہ کا مجھے علم نہیں ہے لیکن شاید تم میری اس بات پر یقین نہیں کرو گے۔ میں دراصل سرحد کے محافظوں کے ساتھ ہوں۔''

''اور سرحد کے محافظوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔''

''یہ درست ہے لیکن یہ نہیں جانتی کہ وہ کس طرح مرے تھے۔ ہم نے ان کی لاشیں دیکھی تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں تھا جو بتاتا کہ اس پر کیا گزری تھی۔''

''مجھے علم ہے......تو تم واپس نہیں جاؤ گی۔''

''ہرگز نہیں! میں یہ سمجھ کر ان میں شامل ہوئی تھی کہ وہ انقلابی ہیں لیکن وہ تو فاشیوں سے بھی بدتر نکلے۔ وہ صرف اپنا اقتدار چاہتے ہیں۔''

فنچ اور بھوت

فریدی اُسے غور سے دیکھے جا رہا تھا لیکن وہ اس سے نظریں ملائے بغیر بات کر رہی تھی۔

دفعتاً فریدی نے کہا۔ ''تو تم اس تدبیر سے مجھ تک آ پہنچیں۔''

''ہاں کرنل......!''

''بہت ذہین ہو اور اسی تدبیر سے مجھ پر ہاتھ بھی ڈالا جا سکتا ہے۔''

''کیا مطلب......؟'' وہ چونک پڑی۔

''ذرا اپنا یہ لاکٹ اتار کر ایک منٹ کے لئے مجھے دینا۔''

''نہیں......!'' اس نے دونوں ہاتھ لاکٹ پر رکھ لئے اور اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

''واپس کر دوں گا۔''

''نہیں ہرگز نہیں۔''

''اگر زبردستی چھین لوں تو۔''

''یہ کیا فضول باتیں شروع کر دیں تم نے۔ میں تو پناہ لینے آئی تھی تمہارے پاس۔''

''تم نے بہت زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا ہے اس لئے مجھے محتاط ہو جانا پڑا مس گریشی۔''

''لاکٹ تو میں ہرگز نہ اتاروں گی۔ بچپن سے اب تک نہیں اتارا۔ اس سے ایک شگون وابستہ ہے۔ میں اپنے اس عقیدے کو شکست نہ ہونے دوں گی۔''

''بے وقوف عورت...... میں فریدی ہوں۔ یہ لاکٹ نہیں ہے۔ تم لوگوں کی اصطلاح میں انڈیکیٹر کہلاتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد تمہارے شکاری کتے یہاں پہنچ جائیں گے۔''

عورت نے چھلانگ لگا کر نکل جانا چاہا لیکن فریدی نے اسے دبوچ لیا۔ بیچ کی انگلی اور انگوٹھا اس کی کنپٹی پر جم گئے تھے۔ جلد ہی گریشی کی قوت مدافعت غشی کی تاریکی میں ڈوب گئی۔ فریدی نے اس کا لاکٹ اتارا تھا اور ایک پتھر کے ٹکڑے سے کچل کر رکھ دیا تھا۔

عورت بے ہوش پڑی تھی۔ وہ اسے وہیں چھوڑ کر غار سے باہر آ گیا اور قریب ہی ایک جگہ چھپ کر بیٹھا رہا جہاں سے غار کے دہانے پر نظر رکھ سکتا تھا۔ موم بتی جلتی ہوئی چھوڑ آیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ کئی آدمی دبے پاؤں اسی سمت چلے آ رہے ہیں۔

تاروں کی چھاؤں میں ان کے دھندلے اجسام شمار کئے جا سکتے تھے۔ تعداد آٹھ تھی۔ وہ اس کے قریب ہی سے گزرتے چلے گئے۔ انڈیکیٹر نے ضائع ہونے سے پہلے انہیں سمت تو بتا ہی دی ہوگی۔ لیکن اس کے ضائع ہو جانے کے بعد شاید وہ ٹھیک جگہ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کچھ دور چل کر ان میں سے ایک نے ٹارچ روشن کی تھی اور ہاتھ میں دبی ہوئی کسی چیز کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ وہیں سے پلٹ پڑے تھے اور غار کے قریب سے گزرتے ہوئے نشیب میں اترنے لگے تھے۔ فریدی اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ اس کی پرواہ کئے بغیر ان کے پیچھے ہولیا کہ اگر لڑکی کو ہوش آ گیا تو کیا ہوگا۔

''یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔'' سنگ بڑبڑایا۔ فنچ بھی اس کے قریب ہی موجود تھا اور یہ دونوں ویرانے کے اس مکان میں تھے جہاں سے حمید اور فینی سائیکل پر فرار ہوئے تھے۔

''تمہاری عقلمندیوں کے بڑے چرچے سنے تھے میں نے۔'' فنچ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''ارے تم فریدی کے اسسٹنٹ کی ذہانت کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔''

''چپ رہو...... چیونٹی کے بچے...... کہیں مجھے غصہ نہ آ جائے۔''

''ضرور...... ضرور...... غصے میں تمہارا قد کچھ اور اونچا ہو جاتا ہے اور تم احمقوں کے جدِ امجد معلوم ہونے لگتے ہو۔''

سنگ ہی اُسے مارنے دوڑا تھا لیکن ایک ہی جست اُسے روشندان تک لے گئی۔ وہاں سے چھلانگ لگائی تو چھت کا کڑا پکڑ کر جھول گیا۔

''نیچے آؤ...... ورنہ چھید کر رکھ دوں گا۔'' سنگ کا چاقو نکلا تھا اور کرکراہٹ کے ساتھ کھل گیا تھا۔ فنچ نے داہنے ہاتھ سے کڑا چھوڑ دیا صرف بائیں ہاتھ سے تھامے جھولتا رہا۔ پھر ہنس کر بولا۔ ''چھید کر رکھ دو...... اجازت ہے۔''

سنگ نے سچ مچ چاقو پھینکا تھا۔ لیکن وہ حیرت انگیز طور پر فنچ کے داہنے ہاتھ کے قریب ناچ گیا تھا۔ پھر اس کا دستہ اس کی گرفت میں نظر آیا۔

''ہینڈز اپ مسٹر سنگ ہی۔'' وہ چڑانے والے انداز میں بولا۔ سنگ حیرت سے دیکھتا رہا۔ پھر یک بیک ہنس کر بولا۔ ''واقعی تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ میں تمہاری ان صلاحیتوں کو سلام کرتا ہوں۔ اب براہِ کرم نیچے آ جاؤ۔ بہت کچھ سوچنا ہے اور بہت کچھ کام کرنا ہے۔''

''کیا میرا ایک ہاتھ نہ دیکھو گے...... میری جگہ اور کوئی ہوتا تو واقعی تم نے چھید کر رکھ دیا ہوتا۔''

اچھی بات ہے......اب تم بھی اپنی حسرت نکال لو۔''

فنچ نے چاقو پھینکا تھا لیکن وہ اچھل کر اس کے قریب ہی چھت میں پیوست ہوگیا۔

''یہی تمہارے سینے میں بھی پیوست ہوسکتا ہے۔'' سنگ نے لاپرواہی سے کہا۔''اب نیچے اُتر آؤ...... پاپا تمہیں معاف کردے گا۔''

''واقعی تم بھی کسی قدر باکمال ہو۔'' فنچ نے کہا اور کودنے والا ہی تھا کہ سنگ بولا۔

''میرا چاقو تو لیتے آؤ۔ بس اس پر قادر نہیں ہوں ورنہ ساری دنیا پر میری حکومت ہوتی۔''

فنچ چاقو سمیت فرش پر کودا تھا۔

''تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ بچوں کی طرح اپنی کارکردگی نہ دکھایا کرو۔'' سنگ نے بزرگانہ انداز میں کہا۔

''ہاں تو تمہیں کیا سوچنا ہے اور کیا کرنا ہے۔'' فنچ بولا۔

''کچھ دیر پہلے مجھے اطلاع ملی ہے کہ فریدی رام گڑھ پہنچ گیا ہے۔ یہ بہت بُرا ہوا۔ شاید اسے کچھ سن گن مل گئی ہے۔''

''اگر ایسا ہے تو میرا قول کرسی نشین ہوا۔ تم نے پہلے کہا تھا کہ انگشتریوں والا کھڑاک نہ کرو۔''

''اس سے کیا ہوتا ہے۔ اس کا مقصد ہی پبلسٹی تھا۔ ساری دنیا میں پے در پے اس قسم کے واقعات ہوں گے اور پھر ہم اسی کے حوالے سے تو اپنی باتیں منوائیں گے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس نے رام گڑھ کا ہی رخ کیوں کیا۔''

''میری طرح اور لوگوں کو بھی علم ہوگا کہ رام گڑھ میں کیا ہو رہا ہے۔''

''ہرگز نہیں...... کسی غیر متعلق آدمی کو اس کا علم نہیں۔''

''تو پھر میں نے ہی فریدی کو مطلع کیا ہوگا۔''

''میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ فضول باتیں نہ کرو۔ لیکن کبھی کبھی الجھن میں پڑ جاتا ہوں۔ آخر اس دن وہاں پولیس کیسے پہنچ گئی تھی۔''

''کیا تم کیپٹن حمید کو اتنا ہی احمق سمجھتے ہو کہ وہ ایسے حالات میں اپنی حفاظت کا انتظام

کئے بغیر گھر سے نکلتا ہوگا۔"

"میں نے پوری طرح اطمینان کرلیا تھا۔ اس کی نگرانی نہیں کی جارہی تھی۔"

"تب پھر یہاں کی پولیس غیب داں بھی ہوگی۔ لیکن جب میں گرفتار ہوا تھا تب تو وہ غیب داں نہیں تھی۔"

"تم پھر خود کو لے کر کود پڑے۔"

"دیکھو نا..... دوسری صورت میں یہی تو سمجھا جائیگا کہ میں نے پولیس کو مطلع کر دیا ہوگا۔"

"ختم کرو اس قصے کو...... ہمیں رام گڑھ چلنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔"

"ضرور چلو...... وہاں کی جیلیں بھی دیکھ لیں گے۔"

"اس سے پہلے فریدی کا ہتھے چڑھنا ضروری ہے۔ فی الحال اس کے علاوہ اور سب کچھ ملتوی۔"

"اب تم نے کام کی بات کی ہے۔" فنچ چہکا۔ "میں اس سے ملنے کے لئے سخت بے چین ہوں۔ ایسا سبق دینا چاہتا ہوں کہ بقیہ زندگی پچھتاوے میں گزر جائے۔"

"ٹھیک ہے...... میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

"بس رات والی فلائٹ سے نکل چلیں گے۔ تم میک اپ میں ہو گے لیکن میں قد بڑھا لینے کے بعد بیٹھ نہ سکوں گا۔"

"قد بڑھانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ میں تمہیں دس گیارہ سال کا بچہ بنادوں گا۔ کم از کم دو دنوں کے لئے تمہارے چہرے کی ساری جھریاں غائب ہو جائیں گی۔"

"تب تو یہ سفر ممکن ہوگا۔"

"ارے تم یہ سب مجھ پر چھوڑ دیا کرو۔"

ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر وہ موجودہ قیام گاہ تک پہنچے تھے۔ سنگ بہت متفکر دکھائی دے رہا تھا۔

"مجھے تو اس ڈرائیور پر بھی اعتماد نہیں ہے جو ہمیں ادھر اُدھر لئے پھرتا ہے۔" فنچ نے کہا۔ "کہیں کسی دن کسی تھانے ہی تک نہ پہنچا دے۔"

سنگ کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے بوتل اٹھائی تھی اور گلاس میں انڈیلنے لگا تھا۔

''یہ کتنی بُری بات ہے کہ تم ایک اعلیٰ درجے کے بدمعاش ہو کر بھی شراب نہیں پیتے۔'' سنگ بالآخر بولا۔

''میرا جثہ نشہ برداشت نہیں کرسکتا۔ آسمانوں میں اڑتا پھروں گا۔''

''وہم ہے تمہارا۔ مضبوط قوت ارادی کے مالک ہو۔ نشہ کو سہار لے جاؤ گے۔''

''مجھے موضوع بحث نہ بناؤ۔ کام کی بات کرو۔ اگر فریدی میک اپ میں ہوا تو کس طرح اسے ڈھونڈ سکو گے۔''

''ہمارے طریق ہائے کار دوسروں سے مختلف اور بظاہر لایعنی ہیں۔''

''خیر......اسے بھی دیکھ لیں گے۔''

صبح کو پہلے فینی ہی بیدار ہوئی تھی اور پھر اس نے حمید کو بھی جھنجھوڑ کر اٹھایا۔

''کیا میں بارش میں بھیگ رہا ہوں؟'' حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''نہیں تو......!''

''پھر کیوں جگایا ہے مجھے۔''

''صبح ہوگئی ہے۔''

''روز ہی ہوتی ہے۔ کوئی نئی بات نہیں۔ بچپن میں طلوع کے مناظر بہت شوق سے دیکھا کرتا تھا۔''

''نہیں! بس اب اٹھ جاؤ۔ مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ ایسی بھی کیا نیند کہ میرا دھیان بھی نہیں۔''

''تمہاری طرف سے دھیان ہی ہٹانے کے لئے تو میں نے خواب آور دوا کھائی تھی۔''

''کک......کیا مطلب......؟''

''کبھی کبھی نفس کی درندگی کو اس طرح بھی دبانا پڑتا ہے۔''

''تم لوگوں کا فلسفہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

''کچھ دنوں کے بعد سمجھ میں آجائے گا۔''

''اچھا......اٹھو......میں روم سروس کو فون کرنے جارہی ہوں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔''

''شوق سے کرو۔ ناشتہ منگواؤ۔ مجھے سوتا ہوا دیکھ کر روم سروس بھڑ کے گی نہیں۔ اس کی ضمانت میں دے سکتا ہوں۔''

''سچ مچ بیکار آدمی ہو۔'' فینی نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔ وہ پچھلی ہی رات رام گڑھ پہنچے تھے۔ فریدی کے بیان کے مطابق انہیں اس ہوٹل میں اپنے لئے کمرہ مخصوص ملا تھا۔ حمید نے ہوٹل کے رجسٹر میں مسٹر اینڈ مسز ساجد درج کرا کر نصیر آباد کا پتہ لکھوا دیا تھا۔ ویسے فینی نے ایک ہی کمرے اور ڈبل بیڈ پر اعتراض بھی نہیں کیا تھا۔ ریسیور رکھ کر حمید کو جھنجھوڑ ڈالا۔

''اُف فوہ......کیا مصیبت ہے۔ میری تو آنکھیں بھی نہیں کھل رہیں۔''

''اب اگر تم نے خواب آور دوائیں کھائیں تو اچھا نہ ہوگا۔''

''تم دیکھو گی کہ واقعی اچھا نہ ہوگا......نہ کھانے کی صورت میں۔''

''تم میرے دوست ہو دشمن تو نہیں۔ کیا تمہاری کبھی کوئی گرل فرینڈ نہیں رہی۔''

''میرے والد کو تو تم نے دیکھا ہی ہے۔''

''نہیں تو......!''

''ارے وہی جو اس دن گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب گاڑی کا انجن سیز ہو گیا تھا اور تم نے ٹکر ماری تھی۔''

''وہ سہواً ہوا تھا جان بوجھ کر ٹکر نہیں ماری تھی۔''

حمید نے آخر کار اٹھ کر باتھ روم کی راہ لی تھی۔ واپسی پر اس نے دیکھا کہ ویٹر میز پر

چائے لگا رہا تھا۔

''چلتے چلتے وہ حمید کو ایک کارڈ بھی پکڑا گیا تھا جس پر سیاہ بلی کی تصویر بنی ہوئی تھی اور پشت پر تحریر تھا۔ ہارڈ اسٹون اس وقت تمہیں لٹویا کے کمرہ گیارہ میں ملیں گے۔''

''خداوندا آنکھ کھلتے ہی۔'' حمید بڑبڑایا۔

''کیا بات ہے۔'' فینی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیسا کارڈ ہے؟''

''مقامی گورکنوں کا بزنس کارڈ۔''

ناشتے کے بعد اس نے فینی سے کہا تھا کہ وہ ذرا باہر جارہا ہے اس کی عدم موجودگی میں اسے کمرے تک ہی رہنا چاہئے۔

''میں بھی کیوں نہ ساتھ چلوں۔''

''اپنی چال کی وجہ سے پہچانی بھی جاسکتی ہو۔ لہٰذا مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے ڈوبوگی۔''

فینی کچھ نہ بولی تھی اور حمید لٹویا کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ متوسط درجے کا یہ اقامتی ہوٹل زیادہ دور نہیں تھا۔

فریدی کمرے ہی میں مل گیا۔ حمید اسے اگر کہیں اور دیکھتا تو اس کے فرشتے بھی اسے نہ پہچان سکتے۔

پہلے اس نے حمید کی کہانی سنی تھی پھر اپنی روداد دہرا کر بولا تھا۔ ''میں نے اپنے ٹرانسمیٹر پر وہ گفتگو سنی ہے جس کی رو سے سنگ ہی اب تک یہاں پہنچ چکا ہے۔ اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے الجھائے رکھو اور میں اطمینان سے اپنا کام کرتا رہوں۔''

''آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ پھر کیا ہوا تھا؟''

''عورت کی بے ہوشی کے بعد میں غار سے باہر آیا تھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ گریشی کے گلے میں پڑے ہوئے انڈیکیٹر نے ان لوگوں کی راہنمائی شروع کردی تھی۔ بہرحال وہ غار ہی کی طرف آئے تھے۔ لیکن انڈیکیٹر کی تباہی کے بعد وہ جگہ کا تعین نہ کرسکنے کے بعد ادھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے تھے۔ میں نے ان کا تعاقب کیا اور اس جگہ تک جا پہنچا جہاں ان کا قیام تھا۔ دراصل یہ وہی لوگ تھے جو سرحد کے نگرانوں کا رول ادا کررہے ہیں۔ سرحدی چوکی

میں مقیم ہیں اور باقاعدہ طور پر ڈیوٹیاں بدلتے رہتے ہیں۔ میں نے انہیں فی الحال چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور چپ چاپ واپس آ گیا تھا۔

''گریشی کہاں ہے؟''

''اس وقت بھی اسی غار میں ہوگی۔ اس نے واپس جانے سے انکار کردیا ہے نہ کچھ کھاتی ہے نہ کچھ پیتی ہے۔ کہتی ہے اب میں مرجانا چاہتی ہوں۔''

''میک اپ کرکے یہاں لے آئے ہوتے۔''

''دماغ تو نہیں چل گیا۔''

''آپ اس وقت یہاں موجود ہیں ہوسکتا ہے وہ چلی جاتی ہو۔ آپ کی عدم موجودگی میں اور پھر واپس آجاتی ہو۔''

''ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔ اگر ہوگا تو مجھے علم ہوجائے گا۔''

''بلیک فورس......؟''

''ہاں......اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ محکمے کے آدمیوں کو فی الحال دور ہی رکھنا چاہتا ہوں۔''

''فنچ کا معاملہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آسکا۔''

''سیدھا سادہ معاملہ ہے۔ وہ فطری طور پر بُرا آدمی نہیں ہے۔ ڈاکٹر ڈریڈ سے اپنی منہ بولی بیٹی کا انتقام لینے کے لئے کمربستہ ہوگیا تھا۔ اس سلسلے میں اس سے دو چار جرائم بھی سرزد ہوگئے تھے یہی وجہ تھی کہ عمرقید گزار رہا تھا۔ ورنہ پھانسی ہوگئی ہوتی۔''

''تو وہ سنجیدگی سے ہماری مدد کررہا ہے۔''

''اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا کہ رام گڑھ میں کیا ہورہا ہے اور آج کی خاص خبر سنی تم نے۔''

''نہیں......؟''

''کسی نامعلوم ریڈیو سے بار بار دو بڑی طاقتوں کو دھمکی دی جارہی ہے کہ اگر انہوں نے اپنے دو بحری بیڑے دو مختلف اڈوں سے نہ ہٹائے تو فی الحال ان کا ایک ایک جہاز بطور

تنبیہ تباہ کر دیا جائے گا پھر تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ اس عرصے میں بھی اڈے خالی نہ کئے گئے تو دونوں کے بحری بیڑے پورے کے پورے تباہ کر دیئے جائیں گے۔''

''بڑی عجیب بات۔''

''دونوں طاقتیں اسے محض مسخرہ پن سمجھیں گی لیکن مجھے یقین ہے کہ دونوں بیڑوں کا ایک ایک جہاز یقینی طور پر تباہ ہو جائے گا۔ آج رات ایک بج کر ایک منٹ کا وقت دیا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ صبح کے اخبارات کس قسم کی کہانی سناتے ہیں۔''

''اس صدی کی سب سے عجیب واردات ہوگی۔''

''سوال تو یہ ہے کہ اس حرکت کے لئے ہماری ہی سرزمین کیوں منتخب کی گئی ہے۔''

''یہاں سب اُلو بستے ہیں نا۔ قدامت پسند قسم کے لوگ جو انگشتریوں کے ذریعہ واقع ہونے والی اموات کو آسیبی معاملہ سمجھتے ہیں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

''سوال تو یہ ہے کہ آپ تنہا اس سلسلے میں کیا کرلیں گے۔ آپ کو انٹر سروسز انٹیلی جنس کے سربراہ سے رابطہ قائم کرنا چاہئے۔''

''کھیل بگڑ جائے گا۔ وہ کسی طرح بھی قابو میں نہیں آئیں گے۔ اگر بات پھیل گئی..... پھر ابھی میرے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔''

''میں ذرا ان خاتون گریشی کے درشن کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں نے پھر کبھی اُس غار کی طرف رخ ہی نہیں کیا۔ بلیک فورس کے توسط سے اس سے متعلق معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔''

''آپ کے بارے میں اچھی رائے قائم نہیں کرے گی۔''

''میں نے اس مسئلے پر تمہاری رائے طلب نہیں کی تھی۔'' فریدی خشک لہجے میں بولا۔

''تو اب مجھے کیا کرنا ہے۔''

''یہاں کے ہوٹلوں میں سنگ اور فنچ کی تلاش جاری رکھو۔ تم یہاں کے سب سے اونچے ہوٹل میں مقیم ہو۔ ممکن ہے وہ بھی وہیں قیام کریں۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ فینی دوہرا

پارٹ تو نہیں ادا کر رہی ہے۔''

''مجھے یقین ہے کہ وہ ایک مظلوم لڑکی ہے۔ اپنے باپ کو بچانے کے لئے ان کے چکر میں پڑ گئی تھی۔''

''کہیں اس کی وجہ سے تم ہی نہ پہچانے جاؤ۔''

''کوشش تو یہی ہے کہ ایسا نہ ہونے پائے۔''

''بس جاؤ...... بہت زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے۔''

سنگ ہی اور فنچ دلکشا میں ٹھہرے تھے اور فنچ سچ مچ دس گیارہ سال کا بچہ ہی معلوم ہوتا تھا اور وہ سنگ کے اس کمال کا معترف ہوگیا تھا۔ اگر اسے اپنی مجرمانہ زندگی جاری رکھنے کا خیال ہوتا تو سنگ سے ضرور درخواست کرتا کہ وہ اسے بھی پلاسٹک میک اپ کے گر سکھا دے۔

ادھر سنگ تھا کہ اُسے مستقل چھیڑے جارہا تھا۔

''کاش تمہارے لئے ایک ممی کا بھی انتظام کرسکتا میرے بچے۔'' وہ بار بار کہتا اور فنچ ہنس کر ٹال جاتا۔ اب وہ بات نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔ سنگ سے جھگڑے کی صورت میں اس کی اپنی اسکیم ناکام ہوجاتی۔ طبعاً نرم دل واقع ہوا تھا۔ اسلئے اس کشت و خون اور ہنگامے کا تصور بھی اس کیلئے سوہان روح سے کم نہیں تھا جو اس زہریلے سیارے کی بناء پر ہونے والا تھا۔

فی الحال نانوتہ اور ریما کی تلاش کا سلسلہ بھی ختم کردیا گیا تھا اور سنگ کو فریدی کی تلاش تھی۔

شام کو وہ دونوں دلکشا کے ڈائننگ ہال میں آ بیٹھے۔ اس شدید موسم میں بھی وہاں خاصی بھیڑ تھی۔ عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ ان میں غیر ملکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ سنگ کی تیز نظریں ایک ایک کا جائزہ لے رہی تھیں۔

دفعتاً مائیک سے آواز آئی۔ ''خواتین و حضرات! ہمیں ابھی اطلاع ملی ہے کہ مقامی بجلی گھر کا جنریٹر خراب ہو جانے کی وجہ فوری طور پر بند کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا دو تین منٹ بعد یہاں اندھیرا ہو جائے گا۔ ہمیں بے حد افسوس ہے کہ آپ کی تفریح میں خلل پڑا۔''

لوگ اپنی میزوں سے اٹھنے لگے تھے۔ فنچ نے سنگ کی آنکھوں میں عجیب چمک دیکھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی کوئی دیرینہ خواہش پوری ہوئی ہو۔

باہر سے آئے ہوئے لوگ وہاں سے اٹھ گئے تھے۔ لیکن ہوٹل میں قیام کرنے والے جوں کے توں بیٹھے رہے۔ وقت کے تعین کے مطابق وہاں سچ مچ اندھیرا ہو گیا۔ فنچ نے محسوس کیا جیسے سنگ اپنی جگہ سے اٹھ گیا ہو۔

''کہاں چلے؟'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔ لیکن جواب نہ ملا۔ فنچ اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔

اچانک ایک نسوانی چیخ ہال میں گونجی تھی پھر ایسا معلوم ہوا تھا جیسے چیخنے والی کا منہ دبا دیا گیا ہو۔ فنچ بوکھلا کر اٹھا تھا اور اس میز کے گرد والی بقیہ تینوں کرسیوں کو ٹٹولنے لگا تھا۔ سنگ ہی وہاں موجود نہیں تھا۔ فنچ نے زیرِ لب ایک گندی سی گالی دی تھی۔ اس اندھیرے میں اس کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتا تھا۔ ہال میں شور برپا ہو گیا تھا کئی ٹارچوں کی روشنیاں چکرانے لگی تھیں۔ لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس پر کیا گزری تھی۔ فنچ نے سوچا کہ اسے تو یہاں سے چل ہی جانا چاہئے ورنہ لوگوں کو بچے کے باپ کی فکر پڑ جائے گی۔ وہ بڑی پھرتی سے باہر نکل گیا۔ اسکے بعد اسے کمرے ہی میں جانا چاہئے تھا لیکن کنجی تو سنگ کے پاس تھی۔ لہٰذا وہ باہر نکل گیا۔

سردی بڑھ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کہاں جائے۔ ہال میں اب بھی شور ہو رہا تھا۔ شاید یہ وہ لوگ تھے جن کے درمیان سے کوئی لڑکی اٹھائی گئی تھی اور فنچ سوچ رہا تھا کہ ایسے نامعقول آدمی کو کسی تنظیم نے کیونکر قبول کر لیا۔ یہ تو قدم قدم پر گردن کٹوا دینے والی حرکتیں کرتا ہے۔ اگر کبھی تنظیم کے کسی ذمہ دار فرد سے سابقہ پڑا تو وہ یہ سوال ضرور اٹھائے گا۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ پوری تنظیم ایسے ہی افراد پر مشتمل ہو۔ پتا نہیں کس بیچاری پر مصیبت آئی تھی۔ اس کا خون کھولتا رہا۔ ''اچھا بیٹے سنگ تم انہی ننھے ننھے اور ناتواں ہاتھوں سے مارے جاؤ گے۔'' بالآخر جب وہ شور اس سے نہ سنا گیا تو اس نے وہاں سے دوڑ

لگادی۔ اسکے جسم پر ایسا لباس نہیں تھا جو کھلی فضا کیلئے موزوں ہوتا۔ سختی سے دانت پر دانت جمائے وہ دوڑتا رہا۔ پھر اچانک کسی سے ٹکرایا تھا اور اس کے بازوؤں میں جکڑ کر رہ گیا۔

''اوہو......صاحبزادے کہاں بھاگے جارہے ہو۔ خیریت تو ہے۔''

''مم....میرا باپ کھو گیا ہے....چھوڑو مجھے۔'' فنچ نے مچل کر گرفت سے نکل جانا چاہا۔

''باپ کھو گیا ہے۔''

''ہاں دلکشا میں کوئی عورت قتل ہوگئی ہے۔''

''کہاں؟'' گرفت ڈھیلی پڑگئی اور فنچ نکلا چلا گیا۔ اس نے کیپٹن حمید کی آواز صاف پہچانی تھی۔ اب اس کی رفتار پہلے سے بھی تیز تھی۔ دیکھے بھالے راستوں پر تو وہ یکساں رفتار سے میلوں تک دوڑ سکتا تھا لیکن انجانے پہاڑی مقام پر اسے اپنے اجداد یاد آ گئے تھے۔ ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گرا تھا اور انجانی گہرائیوں میں لڑھکتا چلا گیا تھا۔ یہ ایک ایسا ہی نشیب تھا کہ کوششوں کے باوجود بھی نہ سنبھل سکا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید یہ اس کی زندگی کی آخری رات ہے۔ اس کے بعد اجالا ہی اجالا ہوگا۔ ابدی اجالا۔ لڑھکتا رہا اور آخیر وقت کی دعائیں اس کی زبان سے پھسلتی رہیں۔ نہ اب وہ سنگ کو گالیاں دے رہا تھا اور نہ تقدیر کا شکوہ کر رہا تھا۔ دفعتاً اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو۔ نہ اب وہ لڑھک رہا تھا اور نہ اس کی زبان پر دعائیں تھیں۔ سناٹا...... گہرا سناٹا۔ مکمل ٹھہراؤ۔ اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ لیکن وہ تو سانس لے رہا تھا اور پورے جسم میں درد کا احساس بھی برقرار تھا۔ کمر تو جیسے دو ٹکڑے ہوئی جارہی تھی۔ پھر یہ حقیقت اس پر منکشف ہوئی کہ وہ لڑھکتے لڑھکتے کسی کٹاؤ میں اٹک کر دوہرا ہو گیا ہے۔ بچوں کی طرح کھلکھلا کر ہنس پڑا اور سناٹے میں اپنی ہنسی کی بازگشت بھی سنی۔ اچانک کسی نے اُسے اپنی گرفت میں لے کر اٹھایا۔

''کک......کون......؟'' وہ سچ مچ خوفزدہ سی آواز میں بولا۔

''بھبھ......بھوت......!'' کانوں میں گونجیلی سی آواز گونجی۔ پھر وہ اس کی گرفت سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہی رہ گیا۔ لیکن کسی طرح بھی گلو خلاصی نہیں ہوئی تھی۔ کوئی قوی ہیکل آدمی اُسے اٹھائے ہوئے تیزی سے چل رہا تھا۔ پھر وہ ایک ایسے غار میں داخل ہوا

جہاں دو موم بتیاں روشن تھیں۔ اس نے اس قوی ہیکل آدمی کا چہرہ دیکھا۔ بڑی خوفناک شکل تھی۔ سچ مچ بھوت ہی معلوم ہوتا تھا۔

چمکیلا غبار

وہ بھی اُسے بغور دیکھ رہا تھا۔ فنچ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کہنا یا کرنا چاہئے۔ دفعتاً بدہیئت آدمی نے وہاں اس کی موجودگی کا سبب پوچھا تھا۔

''مم...... میرا باپ کھو گیا ہے جناب۔''

''کیا یہاں اس ویرانے میں۔''

''نہیں...... جناب دلکشا ہوٹل میں۔ ہم دونوں وہاں بیٹھے تھے کہ دفعتاً بجلی گھر میں جنریٹر کی خرابی کی بناء پر اندھیرا چھا گیا۔ ایک عورت کی چیخ سنائی دی تھی اور میرا باپ غائب ہو گیا تھا۔ میں ڈر کے مارے بھاگ نکلا۔''

بدہیئت آدمی نے پھر اُسے غور سے دیکھا تھا اور ہنس کر بولا۔ ''تو تم دونوں باپ بیٹا دلکشا میں مقیم ہو۔''

''جج...... جی...... ہاں...... مگر آپ کے اس جملے کا یہی مطلب ہوسکتا ہے جیسے آپ ہم دونوں سے واقف ہوں۔'' کہہ کر فنچ نے غار کے دہانے کی طرف چھلانگ لگائی تھی لیکن پھر پکڑا گیا تھا۔ ''مم...... میں...... جناب۔'' وہ بُری طرح کانپ رہا تھا۔

''فضول باتیں چھوڑو۔ تم نے بھی مجھے پہچان لیا ہے۔'' بدہیئت آدمی بولا۔ ''دیکھو فنچ! میں نے تمہیں کبھی بُرا آدمی نہیں سمجھا۔ تم انتقاماً ڈریڈ سے ٹکرائے تھے۔ لیکن قانون کے ہاتھوں سب مجبور ہیں۔ میں چاہتا بھی تو تمہیں سزا سے نہ بچا سکتا۔''

''میں بھی آپ کے علاوہ آج تک کسی اور سے مرعوب نہیں ہوا کرنل۔''

''بے شمار زندگیاں خطرے میں ہیں۔تم نے بھی نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے وہ دھمکی سنی ہی ہوگی۔''

''جی ہاں....اور یقین کیجئے کہ آج ایک بج کر ایک منٹ پر دونوں جہاز تباہ ہوجائیں گے۔''

''کتنے بے گناہوں کا خون ہوگا۔''

''یہ تو ہے جناب۔''

''اس جگہ کو تلاش کرنے میں میری مدد کرو جہاں سے وہ سیارہ کنٹرول کیا جارہا ہے۔''

''تلاش ہی کرنی پڑے گی کیونکہ خود سنگ کو بھی صحیح جگہ کا علم نہیں ہے۔''

''تو وہ دلکشا ہی میں مقیم ہے۔''

''کمرہ نمبر ستائیس۔''

فریدی نے جیبی ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا تھا ''ہیلو...... بی تھری فور......ہیلو......ہیلو چیف کالنگ...... بی تھری فور۔''

''بی تھری فور سر......!''

''ڈی ایچ ٹونٹی سیون...... میں اس آدمی کو دیکھو۔''

''اُو کے سر......!''

''اوور اینڈ آل......!'' کہہ کر فریدی نے سوئچ آف کر دیا۔

''اب تم رات یہیں گزارو۔'' فریدی نے پیال کے بستر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''بہت بہت شکریہ کرنل۔''

''اگر تم میرے کام آئے تو تمہاری بقیہ سزا معاف کرادینے کی پوری کوشش کروں گا۔''

''یہی نہیں بلکہ تمہارے ملک کے ناپسندیدہ افراد کی فہرست سے بھی تمہارا نام خارج کرادیا جائے گا۔''

''میں ہر ممکن کوشش کروں گا پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔''

''اور اسے شبہ بھی نہ ہونے پائے کہ تم مجھ سے مل چکے ہو۔''

''ظاہر ہے......ورنہ کھیل ہی بگڑ جائے گا۔''

''اچھا......اب آرام کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گا۔''

دوسری صبح ساری دنیا میں سراسیمگی پھیل گئی تھی۔ نامعلوم ریڈیو اسٹیشن کے اعلان کے مطابق دونوں طاقتوں کا ایک ایک جہاز دھماکے سے پھٹا تھا اور اپنے عملے سمیت سمندر کے سینے میں دفن ہوگیا تھا اور آج صبح ہی سے وہ نامعلوم ریڈیو اسٹیشن دونوں طاقتوں کو للکارے جارہا تھا کہ اگر انہوں نے زیرولینڈ کی بالادستی تسلیم نہ کی تو انہیں مزید پچھتانا پڑے گا۔ عنقریب دونوں ممالک کی وہ ایٹمی آبدوزیں بھی تباہ کردی جائیں گی جو آزمائشی طور پر روانہ ہوئی ہیں۔

کیپٹن حمید نے فینی کی طرف دیکھ کر کہا۔''یہ اُنہی لوگوں کا کارنامہ ہے جو تمہارے باپ کو بلیک میل کررہے تھے۔''

''نہیں......!''

''اور پچھلی رات دلکشا میں جو ہنگامہ ہوا تھا اس کی ذمہ داری اسی لمبے آدمی پر تھی جس کے ذریعے تمہارا باپ بلیک میل ہوتا رہا ہے۔''

''تو کیا ہوا......اس لڑکی کا پتا چلایا نہیں۔''

''عمارت کے پیچھے بیہوش پڑی ملی ہے۔ لمبا آدمی دلکشا سے فرار ہوگیا۔''

''آخر پولیس اسے پکڑنے میں کامیاب کیوں نہیں ہو پاتی۔''

''بے حد چالاک اور پھرتیلا ہے اور پھر اس کی پشت پر ایک طاقتور تنظیم ہے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح تم لوگوں کے کام آؤں۔''فینی بولی۔''تم

شریر ضرور ہو لیکن شریف آدمی ہو۔''

''خیریت......؟ میرا قصیدہ کیوں شروع کر دیا۔''

''یقین کرو...... یا تم بے حد شریف آدمی ہو یا سرے سے آدمی ہی نہیں ہو۔''

''ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ دراصل میں دوسروں کی مجبوریوں یا کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کا قائل نہیں ہوں۔''

''اول درجے کے ندیدے بھی ہو۔''

''کیا مطلب......؟''

''جب تم میری موجودگی میں دوسری لڑکیوں کو گھورتے ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں کچل کر رکھ دوں۔''

''بہت خوب...... بھلا کیوں؟''

''کیا میں لڑکی نہیں ہوں۔''

''میری قریب کی نظر کمزور ہے۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ اگر تم مجھے مظلوم سمجھتے ہو تو مظلوم لوگ ہی پیار کے مستحق ہوتے ہیں۔''

''ہمارے یہاں صرف بچوں کو پیار کرنے کا رواج ہے۔''

''بور مت کرو......سخت بے حس آدمی ہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کے شرما جانے کی اداکاری بے حد کامیاب رہی تھی۔

''ہمارے یہاں کی لڑکیاں بھی اس طرح نہیں شرماتیں۔''

''میں اُٹھ کر چلا جاؤں گا...... ہاں۔''

''خاموش رہو......!'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی تھی اور حمید نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا تھا۔

''ہیلو......!'' وہ ماؤتھ پیس میں بولا تھا۔

''آپ کی کال ہے جناب۔'' آپریٹر نے کہا۔ ''بات کیجئے۔''

دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ ''وہ اب دلکشا میں نہیں ہے۔ تلاش جاری رکھو۔''

''یہ لڑکی بہت بور کرتی ہے آپ جانتے ہیں کہ میں پناہ میں آئی ہوئی لڑکیوں سے فلرٹ نہیں کرتا۔''

''اس کی باتوں پر کان نہ دھرو......اپنے کام سے کام رکھو......!''

''تو پھر اب میرے لئے کسی دوسری کا انتظام کر دیجئے۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

''کون تھا......؟''فینی نے پوچھا۔

''میرا باپ تھا۔ پوچھ رہا تھا کہ میں نے ایک غیر ملکی عورت سے شادی کیوں کر لی۔''

''اچھا تو کیا وہ تمہیں شادی کے قابل سمجھنے لگا ہے۔''

حمید اس کے اس ریمارک کو بڑی ڈھٹائی سے پی گیا اور بولا۔''تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔ ہم باہر چل رہے ہیں۔''

وہ تیار ہو کر باہر نکلے تھے۔ حمید نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔''بلیومون ہوٹل!''

''کیوں......ہوٹل کیوں؟''فینی نے پوچھا۔

''دوپہر کا کھانا وہیں کھائیں گے......جھینگے اور سبز مٹر......بطخ کا گوشت بھی وہاں ملتا ہے۔ کبھی کھائی ہے بطخ......!''

''کیوں نہیں؟ ویسے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم ہوٹلوں کے ہی چکر کیوں لگا رہے ہو۔''

''لمبے اور چھوٹے آدمی کی تلاش میں۔''

''اگر وہ تمہاری ہی طرح میک اپ میں ہوا تو......؟''

''دیکھا جائے گا! جو کچھ کر رہا ہوں اپنے چیف کے حکم سے کر رہا ہوں۔ لہٰذا کچھ مت سوچو۔''

''کہیں مارے نہ جاؤ۔''

''کبھی یہ سوچ کر نہیں نکلا کہ واپسی ہوگی۔''

''دلیر آدمی ہو......مگر کس کام کے۔''

''کیا بات ہوئی۔''

''محبت کے بغیر آدمی مکمل نہیں ہوتا۔''

''اس اعتبار سے کئی بار مکمل ہو چکا ہوں بلکہ بہتیری لڑکیاں تو اب مجھے کمبل سمجھنے لگی ہیں۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''محبتوں کا البم ہے میرے پاس۔''

''وہ محبت نہیں...... ہوس کہلاتی ہے۔''

''محبت وہی ہے جو لامحدود ہو۔ محدود ہو کر ہوس بن جاتی ہے۔''

''کسی نے تمہیں بھی چاہا۔''

''اتنی شامت زدہ کوئی بھی نہیں تھی۔''

وہ بُرا سا منہ بنا کر خاموش ہوگئی تھی۔

''اُوہ...... وہ دیکھو...... وہ لمبا آدمی۔ اس قہوہ خانے میں داخل ہوا ہے۔'' حمید بولا۔

''ڈرائیور گاڑی روک دو۔''

''کیا ویٹنگ ہوگی صاحب؟'' ڈرائیور نے پوچھا۔

''ہاں...... فکر مت کرو...... ہر پانچ منٹ کا ایک روپیہ۔''

دونوں قہوہ خانے میں داخل ہوئے۔ وہ بلاشبہ ایک لمبا آدمی تھا۔ جسامت بھی سنگ ہی جیسی تھی لیکن وہ شلوار قمیض میں تھا اور سر پر اعلیٰ قسم کی کلاہ اور لنگی تھی۔ ان دونوں نے ایک میز سنبھالی اور قہوہ طلب کیا۔

''ہاں...... میک اپ میں بھی ہوسکتا ہے!'' فینی آہستہ سے بولی تھی۔

''خاموش رہو...... اس کی طرف دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔''

لیکن وہ آدمی فینی کو بدستور گھورے جا رہا تھا۔

حمید دم مارے بیٹھا رہا۔ قہوہ آیا تھا اور دونوں پینے لگے تھے۔

فنچ فریدی سے الگ ہوکر پھر شہر کی طرف پلٹ آیا تھا اور سنگ کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔

اس نے سوچا کیوں نہ یہاں کے بازارِ حسن میں دیکھ لیا جائے۔ ہوسکتا ہے وہیں کہیں رات گزاری ہو۔ سنگ کنگال تو نہیں تھا۔ ہر وقت اس کی جیبیں گرم رہتی تھیں۔ محض حرامزدگی میں طوائفوں کے پیسے مارتا رہتا تھا۔ شائد ان سے گالیاں سن کر محظوظ ہوتا تھا۔ حد یہ ہے کہ فنچ نے ایک بار اُسے ایک طوائف کے ہاتھوں پٹتے بھی دیکھا تھا۔

صبح ہوتے ہوتے وہ پہنچ گیا تھا اور سچ مچ اس نے سنگ کو ایک بالا خانے سے اترتے دیکھا۔ وہ بڑی لاپرواہی سے چل رہا تھا۔ فنچ ایک جانب ٹھٹک گیا اور پھر اس کی لاعلمی میں تعاقب شروع کردیا۔ خود ابھی تک اس بچے کے میک اپ میں تھا۔ سامنے آتا تو سنگ اسے کسی دشواری کے بغیر پہچان لیتا۔ فنچ کا دل چاہ رہا تھا کہ عقب سے اس پر فائر کر کے ہمیشہ کے لئے قصہ پاک کردے۔ لیکن پیش نظر مسئلے کو حل کئے بغیر ایسا کوئی اقدام حماقت ہی ہوتا۔ بہرحال وہ دل پر جبر کر کے اس کے پیچھے چلتا رہا۔ ویسے وہ محسوس کر رہا تھا کہ خود اس کی بھی نگرانی کی جارہی ہے۔ لیکن اسے اس کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ ہر طرح محفوظ تھا۔ اگر وہ فریدی کے آدمی تھے تب بھی اور اگر زیرولینڈ کے تھے تب بھی۔ اس نے سنگ کا تعاقب جاری رکھا اور جب اس نے اسے ایک قہوہ خانے میں داخل ہوتے دیکھا تو باہر ہی رک گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے سنگ کو آتے دیکھا لیکن اب تو ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے وہ اس قہوہ خانے کا چوکیدار ہو۔ ایک موٹا سا ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا اور صدر دروازے کی بائیں جانب جم گیا تھا۔ فنچ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور دم بخود کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد ایک دیسی مرد اور ایک غیر ملکی لڑکی بھی صدر دروازے سے گزر کر باہر آئے تھے۔ وہ آگے بڑھتے چلے آئے۔ مرد چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے کسی کی تلاش ہو۔ وہ مڑا تھا اور سنگ پر نظر پڑتے ہی پہلے تو ٹھٹکا تھا پھر قریب ہی کھڑی ہوئی ٹیکسی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

فنچ نے سنگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی۔ اس نے اپنا ڈنڈا کسی قدر بلند کر کے جنبش دی تھی۔ ٹیکسی کی روانگی کے بعد ہی دو گاڑیاں اس کے پیچھے جھپٹی تھیں۔ سنگ نے ڈنڈا پھینکا اور دوڑ کر ان میں سے ایک میں سوار ہوگیا۔ اب فنچ بھی پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اگر اس وقت سنگ نکل جاتا تو اسے پھر ادھر اُدھر ٹکریں مارنی پڑتیں۔ اس نے چھلانگ لگائی تھی

اور گاڑی کی کھڑکی سے گزرتا ہوا سنگ کی گود میں جا پڑا۔

''اُو حرام خور......!'' سنگ کراہا تھا۔

''پیارے ابا جان مجھے کس پر چھوڑ چلے تھے۔''

''تم تھے کہاں؟'' سنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''نکل بھاگا تھا مگر تم کہاں تھے۔''

''عقل تیز کر رہا تھا۔ اب تم دیکھنا کہ کیا کرتا ہوں۔ تم نے اُسے پہچانا۔''

''کس کو......؟''

''کیپٹن حمید کو......اگلی ٹیکسی میں اور لڑکی غالباً فینی ہے۔ میک اپ میں چلنے کا انداز یہی بتاتا ہے۔ اب میری عقل مزید تیز ہو جائے گی۔''

فنچ طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ کیپٹن حمید کو نہ پہچان سکا تھا۔ سنگ نے شاید پہلے نہیں پہچانا تھا۔ صرف شبہے کی تصدیق کے لئے اس نے چوکیداروں کی سی حرکت کی تھی اور اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ سنگ اُسے کس طرح گھیرتا ہے اور انجام کیا ہوتا ہے۔

''اُوہ......مردود......!'' تھوڑی دیر بعد سنگ بڑبڑایا۔

''کیا ہوا......؟''

''ٹیکسی پولیس ہیڈ کوارٹر کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی ہے۔'' سنگ نے کہا اور ڈرائیور سے بولا۔ ''تم گاڑی بائیں جانب موڑ کر سیدھے چلتے رہو۔''

سنگ کی گاڑی کے بعد دوسری گاڑی بھی اسی طرف مڑ گئی تھی۔ دفعتاً گاڑی کی ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ ''کیا ہوا......ادھر کیوں مڑ گئے۔''

''ٹیکسی پولیس ہیڈ کوارٹر کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی ہے۔'' ڈرائیور نے کہا۔

''اب کدھر جا رہے ہو۔''

''جدھر باس کا حکم ہوا۔''

''ہمارے لئے کیا حکم ہے۔''

سنگ نے ڈرائیور سے کہا۔ ''کہہ دو کہ واپس جائے اور ہیڈ کوارٹر کے آس پاس ہی موجود رہ کر صورت حال سے مطلع کرتا رہے۔''

آج مطلع صاف تھا اور پورا چاند برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنی تابانیاں بکھیر رہا تھا۔

''فریدی......!'' دفعتاً ایک تیز آواز دور تک سناٹے میں لہراتی چلی گئی۔ آواز کسی عورت کی تھی۔ ''تم کہاں ہو...... میں مر رہی ہوں...... فریدی۔''

لیکن فریدی اسی چٹان کی اوٹ میں چھپا رہا۔ عورت کبھی نشیب میں دوڑ جاتی اور کبھی چیختی ہوئی پھر اوپر آ جاتی۔ اس چٹان سے اس کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا جہاں فریدی چھپا ہوا تھا۔

''میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی فریدی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ پھر چیخ چیخ کر کہنے لگی۔ ''تم نہیں آؤ گے...... تو اچھا دیکھو......!''

اس نے سامنے والی چٹان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا دیئے تھے۔ پھر ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس چٹان پر بجلی گری ہو۔ چٹان ریزہ ریزہ ہو کر غبار بن گئی اور یہ غبار دھوئیں کی طرح اوپر اٹھنے لگا۔ چمکیلا غبار۔ فریدی جہاں تھا وہیں دبکا رہا۔ فضا میں کسی قدر منتشر ہو کر وہ غبار پھر یکجا ہوا اور آہستہ آہستہ پھر نیچے آنے لگا۔ اب وہ ایک چمکدار مجسمے کی صورت میں ڈھلتا جا رہا تھا۔ پھر فریدی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ یہ خود اس کا مجسمہ تھا۔ چمکدار اور دیو پیکر مجسمہ۔

''اب تم مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔'' عورت قہقہہ لگا کر چیخی۔

فریدی آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگا۔ چھٹی حس خطرے کا اعلان کر رہی تھی۔ چمکیلے مجسمے کی وجہ سے آس پاس کی چاندنی کچھ اور چمک اٹھی تھی۔ وہ پیچھے ہٹا ہی تھا کہ اچانک کئی آدمی

اس پر ٹوٹ پڑے۔ ساتھ ہی کسی قدر دور سے آواز آئی۔ ''بچ کر جانے نہ پائے۔''

آواز اس نے صاف پہچانی تھی۔ سنگ کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہوسکتی تھی۔ حملہ بے خبری میں ہوا تھا۔ فریدی کی جگہ اور کوئی ہوتا تو اوسان کھو بیٹھا ہوتا۔ لیکن یہ کرنل فریدی تھا۔ اپنے دور کا عجیب ترین آدمی۔ پانچ آدمیوں کے نرغے سے اس طرح نکل گیا تھا جیسے ہوا کا جھونکا رہا ہو۔ وہ اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ ایک جگہ فریدی نے پلٹ کر مشین پسٹل کے ٹریگر پر دباؤ ڈالا تھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ حملہ آوروں پر ہوگئی تھی۔ بیک وقت تین چیخیں فضا میں گونجی تھیں اور فریدی صاف نکلا چلا گیا تھا۔ وہ حملہ آور جو زخمی نہیں ہوئے تھے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکے۔ لیکن شاید سنگ ہی نے پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔

''مجھ سے بچ کر نہیں جاسکتے کرنل۔'' اس کی آواز آئی۔ ''میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''

فریدی نے آواز کی سمت فائر کیے تھے۔

''میں چین میں پہاڑی بندر کہلاتا تھا۔'' سنگ کی آواز قریب سے آئی اور فریدی ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہوگیا۔ چاندنی میں اس نے بڑے پھل والے اس چاقو کی چمک دیکھ لی تھی جو سنگ ہی کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ فریدی نے مشین پسٹل ایک طرف رکھ دیا اور اس کے قریب پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن شاید اس نے بھی خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ فریدی نے ایک بڑا سا پتھر ڈھلان میں لڑھکا دیا اور سنگ اچھل کر ایک طرف ہٹا اور بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ اب وہ کسی سانپ کی طرح آہستہ آہستہ رینگتا ہوا اس پتھر کی جانب بڑھ رہا تھا جس کی اوٹ میں فریدی چھپا ہوا تھا۔

فریدی اب اس پتھر کے اوپر چڑھ رہا تھا۔ جیسے ہی سنگ قریب پہنچا اس نے اوپر سے اس پر چھلانگ لگادی۔ سب سے پہلے اس کا ہاتھ اس کے چاقو والے ہاتھ پر پڑا تھا۔

''پہاڑی بندر اب اپنی خیر مناؤ۔''

چاقو سنگ کے ہاتھ سے نکل کر اچھلا تھا اور ڈھلان میں پھسلتا چلا گیا تھا۔ سنگ سانپ کی طرح پھپکارتا ہوا اس سے لپٹ گیا۔ شاید اپنی کیکڑے والی گرفت فریدی پر آزمانا چاہتا تھا۔ لیکن خود فریدی نے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ایسا دباؤ ڈالا کہ اُسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔

''میں کہتا ہوں ان کا پتہ بتا دو...... ہیروں میں تول دیئے جاؤ گے۔'' سنگ کراہا۔

''ہیرے میرے پیروں کی خاک ہیں۔ اب تم شرافت سے ہتھکڑیاں پہن لو۔ میری گرفت سے نہیں نکل سکو گے۔''

پھر اس نے سچ مچ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن سنگ کسی بام مچھلی کی طرح اس کی گرفت سے پھسل گیا۔ اس نے نشیب میں چھلانگ لگائی تھی اور فریدی مشین پسٹل اٹھا کر اس کے پیچھے جھپٹا تھا۔ لیکن چھلاوے کب کسی کے ہاتھ آئے ہیں۔ سنگ کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

حمید اور فینی بے خبر سو رہے تھے۔ ایک ہی کمرہ تھا اور ڈبل بیڈ۔ لیکن دونوں کے درمیان متعدد تکیوں کی دیوار تھی۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور حمید کروٹ بدل کر کراہا۔ ''یہ الارم والی گھڑی کہیں پیچھا نہیں چھوڑتی۔''

فینی اس کی پشت پر ہاتھ مار کر بولی۔ ''فون کی گھنٹی ہے۔ کسی کی کال ہے۔ اٹھو۔''

''اُوہ..... خدا غارت کرے اس کے موجد کو۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''وہ تو کبھی کا غارت ہو چکا ہے۔''

''ہالو......!'' حمید ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

''کاؤنٹر کلرک جناب۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''آپ کا بچہ آپ کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔''

''تم خواب تو نہیں دیکھ رہے۔''

''نہیں جناب! وہ میرے سامنے موجود ہے اور برانڈی طلب کر رہا ہے۔ اکیس سال سے کم عمر والوں کے ہاتھ ہم شراب فروخت نہیں کرتے۔''

''مار پیٹ کر باہر نکال دو۔''

''آپ کے کمرے کا نمبر بتا دیا گیا ہے۔ البتہ آپ کے کمرے میں برانڈی بھجوائی جاسکتی ہے۔''

حمید نے جھلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''کون ہے؟'' فینی نے پوچھا۔

''ہمارا بچہ۔''

''کیا مطلب......؟''

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

''کون ہے؟'' حمید دہاڑا۔

''آپ کی نالائق اولاد ابا جان۔'' باہر سے کہا گیا اور اس نے قنج کی آواز پہچان لی۔

''تنہا ہو......؟''

''بے وفائی میرا شیوہ نہیں ہے۔''

''اچھا ٹھہرو۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ اس نے دروازہ کھولا تھا اور قنج اندر آ گیا۔ دس گیارہ سال کے اس بچے کو دیکھ کر فینی متحیر رہ گئی۔

''اوہو...... کیا تم اس لمبے کے بچے کو بھول گئیں۔'' حمید نے مڑ کر فینی سے کہا اور دروازہ بولٹ کر کے بولا۔ ''تم برانڈی مانگ رہے تھے نامعقول......!''

''بہت پیاسا ہوں کیپٹن...... روم سروس کے توسط سے یہیں منگوالو۔''

''پی کر غل غپاڑہ تو نہیں مچاتے۔''

''اتنی زیادہ کبھی نہیں پیتا۔''

''اور کیا خبریں ہیں۔''

''بہت جھلایا ہوا ہے۔ آج آپ نے اُسے خوب ڈوج دیا۔ جی خوش ہو گیا تھا۔''

حمید نے روم سروس کو فون کر کے برانڈی طلب کی اور پھر تھوڑی دیر بعد ویٹر کے ساتھ ہی لمبا آدمی بھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

''اس کے باپ کے لئے بھی منگواؤ کیپٹن......!'' اس نے کہا۔

حمید نے تکئے کے نیچے ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ سنگ نے کہا۔ ''میری جیب سے بے آواز فائر ہوگا۔''

حمید نے ہاتھ ہٹالیا اور سنگ فنچ سے کہہ رہا تھا۔ ''تو تم دوہرا پارٹ ادا کر رہے ہو...... احسان فراموش......!''

''جاؤ......!'' حمید ہاتھ ہلا کر ویٹر سے بولا۔ ''ایک اسکاچ کی بوتل بھی لاؤ۔''

ویٹر ہونقوں کی طرح کھڑا تھا پھر چپ چاپ باہر نکل گیا۔

کیا ہو رہا تھا......؟

سنگ حمید کو گھورے جا رہا تھا۔ دفعتاً بولا۔ ''فریدی اس وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کی سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی کیپٹن حمید اور تم اس لڑکی کو کہاں لئے پھر رہے ہو۔ سفارت خانہ اس کی تلاش میں ہے۔ آہا...... ڈبل بیڈ...... عیش ہو رہے ہیں۔''

''بکواس بند کرو۔''

''اب میں یہاں آرام کروں گا...... تم دونوں کو میرے آدمی لے جائیں گے۔''

فنچ بڑی لاپرواہی سے اپنے لئے شراب انڈیل رہا تھا۔ گلاس لبریز کر کے اٹھایا اور سنگ ہی کے چہرے پر خالی کر دیا۔

وہ حلق کے بل چیخا تھا اور دونوں ہاتھوں سے آنکھیں دبائے ہوئے فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا۔ فنچ نے اچھل کر اس کی پیشانی پر ٹھوکر رسید کی اور پھر حمید بھی اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔ کمرے میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ فنچ اطمینان سے میز پر بیٹھا برانڈی پی رہا تھا۔

ساتھ ہی کہتا جارہا تھا۔ ''اب دیکھنا ہے میدان کس کے ہاتھ رہتا ہے جلدی کرو۔ وہ اسکاچ کی بوتل بھی لا رہا ہوگا۔''

دفعتاً ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پورے کمرے میں دھواں پھیل گیا۔ پھر وہ سب بُری طرح کھانسنے لگے تھے۔ آنکھوں میں اتنی شدید جلن محسوس ہوئی تھی کہ حمید تو آنکھیں ہی نہ کھول سکا۔

پھر شور سنائی دیا تھا۔ بہت سے قدموں کی آہٹیں۔ لیکن حمید نے آنکھیں کھولیں تو وہاں روم سروس کے ویٹر جنرل سپروائزر اور فینی کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔

''ہائے ظالم پھر لے گئے۔'' حمید گلوگیر آواز میں بولا۔

''کیا قصہ ہے جناب؟''

''وہ ظالم میرے بچے کو پھر پکڑ لے گئے۔ کسی نہ کسی طرح ان کی قید سے نکل کر میرے پاس آن پہنچا تھا۔ لیکن وہ پھر لے گئے۔''

''میں نے سنا ہے بچے نے برانڈی طلب کی تھی۔''

''تین سال کی عمر سے پی رہا ہے۔''

''لیکن شاید آپ تو نہیں پیتے۔''

''ننھیال میں تباہ ہوا ہے نامراد...... تین سال کی عمر میں اس کے نانا نے پلائی تھی۔''

''پولیس کو مطلع کیجئے۔''

''رپورٹ تو لکھی ہوئی ہے اس واقعہ کی اطلاع کردوں گا۔''

''مگر وہ دھماکہ اور دھواں۔''

''اسی بدمعاش نے کیا تھا۔ ورنہ کیا وہ میرے ہاتھوں سے بچ کر جا سکتا تھا۔''

وہ سب چلے گئے۔ فینی خاموش تھی۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ''اب اس کی خیر نہیں۔ اس نے لمبے آدمی کے منہ پر شراب پھینکی تھی۔''

حمید دروازہ بولٹ کر کے مڑا ہی تھا کہ اس نے فنچ کو بستر کے نیچے سے نکلتے دیکھا۔ فینی اچھل پڑی۔

''یہ اچھا نہیں ہوا کیپٹن!'' اس نے کہا۔ ''اسکے ساتھ رہ کر میں بہت کچھ کرسکتا تھا۔''

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ حمید نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے فریدی کہہ رہا تھا۔ ''لڑکی کو پولیس کی حفاظت میں دے کر تم بھی میرے پاس چلے آؤ۔''

''آپ کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ۔''

''حالات خراب ہو گئے ہیں۔ وہ مفت میں ماری جائے گی۔''

''بہت بہتر۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''تمہیں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ میں ایس پی سٹی کو فون کردوں گا۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔ حمید نے فنچ کو فریدی کی گفتگو کا ماحصل بتاتے ہوئے کہا۔ ''اگر یہ پولیس کے حوالے کی گئی تو سفارت خانے پہنچا دی جائے گی اور وہاں جانا نہیں چاہتی۔ اس کا باپ مر چکا ہے۔''

''کیا تم میک اپ کر کے اسے کسی قدر معمر نہیں بنا سکتے۔''

''کیوں؟''

''میری شکل میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کردو۔ پھر میں خود اس کی حفاظت کروں گا...... اور تم کرنل کے پاس چلے جانا۔''

''تم کہاں جاؤ گے؟''

''جہاں بھی جاؤں گا تم لوگوں کے ساتھ رابطہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔ سنگ کے پاس واپس جانا اب موت کے منہ میں ہی جانے کا مترادف ہوگا۔''

''لڑکی کا تحفظ ضروری ہے۔''

''اس کی طرف سے مطمئن رہو۔''

حمید نے فنچ کی خواہش کے مطابق ان دونوں کے میک اپ میں تبدیلیاں کی تھیں اور اپنا بھی میک اپ تبدیل کیا تھا۔

پھر ان دونوں کو رخصت کردینے کے بعد اس نے فریدی کے ہوٹل کی راہ لی۔

حمید اپنے سوٹ کیس سمیت آیا تھا۔ اس لئے یہی مناسب سمجھا کہ خود بھی ایک کمرہ وہیں حاصل کرے۔ یہ تو بہرحال معلوم کرنا چاہتا تھا کہ فریدی نے ایس پی سٹی سے فینی سے

متعلق بات تو نہیں کرلی۔ وہ اسے پروگرام میں تبدیلی کے بارے میں فوری طور پر بتانا چاہتا تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے فون پر ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا اور فریدی کے کمرے کا نمبر بتا کر کال ڈائریکٹ کرنے کی ہدایت دی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''میں کمرہ نمبر ستائیس سے بول رہا ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''بہت خوب......!''

''اس نے جلدی جلدی فنچ اور سنگ کے معرکے سے متعلق بتا کر فینی کے بارے میں گفتگو شروع کردی۔''

''سوال تو یہ ہے کہ تم نے اس کے مشورے پر عمل کیوں کیا جب میں کہہ چکا تھا۔'' فریدی کی آواز جھنجھلاہٹ سے خالی نہیں تھی۔

''وہ واپس جانا نہیں چاہتی تھی۔''

''بہت بہتر۔'' فریدی غرایا۔''اب آرام فرمایئے صبح کو دیکھیں گے۔''

حمید نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی تھی۔ بہرحال اُسے اپنی غلطی کا احساس تھا۔ فینی کے سلسلے میں فنچ کی بات نہیں ماننی چاہئے تھی۔

وہ بستر پر لیٹ گیا تھا۔ لیکن اس الجھن کی بناء پر نیند نہیں آرہی تھی۔ یہ کیس بھی بے سروپا انداز میں شروع ہوا تھا۔ ایک کتا اور چند آدمی اچانک مر گئے تھے۔ فنچ جیل سے فرار ہوگیا تھا۔ دونوں ہی کیس فریدی کے پاس تھے کہ اچانک کسی سیارے کا قصہ شروع ہوگیا تھا اور اس کا مرکز بھی اپنے ہی ملک کے کسی حصے میں تھا اور یہ اطلاع فنچ سے ملی تھی۔ ادھر ساری دنیا میں کھلبلی پڑگئی تھی۔ بڑی طاقتیں اس سیارے کو تباہ کردینے کی فکر میں تھیں۔ کئی میزائل بردار راکٹ مدار کی طرف روانہ کئے گئے تھے لیکن وہ پُراسرار سیاہ بدستور زمین کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ بلکہ خیال ظاہر کیا جارہا تھا کہ اسے تباہ کرنے کے لئے پھینکے جانے والے میزائل اس سے بہت دور رہ کر ہی پھٹ گئے تھے اور اس میں بھی اسی سیارے ہی کے کسی مخصوص نظام کا دخل تھا۔ بہرحال اس کا مطلب تھا بین الاقوامی بلیک میل۔ جس نے بھی وہ سیارہ مدار پر

پہنچایا تھا بڑی طاقتوں کو بلیک میل کر رہا تھا۔ ان کے بحری بیڑوں کا ایک ایک جہاز تباہ کر دینے کے بعد اب نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے دونوں طاقتوں کے خفیہ اڈوں کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ دونوں طاقتوں کے ایک ایک خفیہ اڈے کی نشاندہی کر دینے کے بعد دھمکی دی تھی کہ اگر ان ممالک میں قید زیرولینڈ کے ایجنٹ رہا نہ کئے گئے تو بین الاقوامی مزائلوں کے سارے خفیہ اڈوں کی نشاندہی کر دی جائے گی۔ اس اعلان کے بعد یہ حقیقت واضح ہوگئی تھی کہ وہ نامعلوم سیارہ زیرولینڈ کی تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن کہاں سے کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ اس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا۔ پھر اپنی دوسری وقت کی نشریات میں اس نامعلوم ریڈیو نے تیسری دنیا کے ممالک کو مخاطب کیا تھا۔ ان سے اپیل کی تھی کہ وہ زیرولینڈ سے تعاون کریں۔ اسی میں ان کی بہتری ہے۔ ساتھ ہی درخواست کی تھی کہ ان ممالک میں قید زیرولینڈ کے ایجنٹ بھی رہا کر دیئے جائیں۔ بہرحال فریدی کا رویہ حمید کی سمجھ سے باہر تھا۔ ایسے حالات میں تنہا ہی نکل کھڑے ہونا یا صرف بلیک فورس کے چند ممبران کو راز دار بنا لینے سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ پوری دنیا کا امن خطرے میں پڑ گیا تھا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ حکومت کے توسط سے ان بڑی طاقتوں کے سفارت خانوں تک پہنچتا جو نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے للکاری جا رہی تھیں۔ یہ محض فنچ، سنگ، نانوتہ اور ریما کا معاملہ نہیں تھا۔ زیرولینڈ والے اس کے اپنے ہی ملک کے کسی حصے کو ساری دنیا کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ حمید سوچتا اور اونگھتا رہا تھا۔ پھر گہری نیند سو گیا تھا۔ صبح شاید روم سروس والوں نے ہی اُسے جگایا تھا۔ اس نے پچھلی رات فریدی سے فون پر گفتگو کرنے کے بعد روم سروس کو ہدایت کر دی تھی۔ بیدار ہوتے ہی اس نے فون پر فریدی سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی۔ گھنٹی بجتی رہی۔ گھڑی دیکھی سات بج رہے تھے۔ ناممکن۔ اس نے سوچا تو پھر کیا صبح ہی صبح نکل کھڑا ہوا۔ اس کے اپنے سابقہ تجربات کے مطابق یہ بھی ناممکن تھا کہ حمید سے دو دو بات کئے بغیر باہر چلا جاتا۔ خواہ اسے جگانا ہی کیوں نہ پڑتا اور جگانے کے لئے محض فون کی گھنٹی کافی ہوتی۔ اس نے جلدی سے سلیپنگ گاؤن پہنا تھا اور اپنے کمرے سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ فریدی کے کمرے کے سامنے پہنچا۔ دستک دینے کے بعد دروازے کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ دروازہ کھلتا چلا گیا۔

معاملے کی نوعیت پر غور بھی نہ کر پایا تھا کہ کوئی سخت سی نوکیلی چیز داہنے پہلو سے جا لگی۔

''اپنے کمرے کی طرف کپتان صاحب......!'' کسی نے سرگوشی کی۔

ریوالور اجنبی کے کوٹ سے اس کے پہلو میں چبھ رہا تھا۔

''بس اسی طرح مجھ سے لگے ہوئے چلتے رہیئے۔'' ہدایت ملی۔ ''نال کے سرے پر سائیلنسر بھی موجود ہے۔ آپ خاموشی سے مر جائیں گے کپتان صاحب۔ بس چلتے رہیئے۔''

چاروناچار کمرے میں آیا تھا۔ اجنبی نے دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا۔ پستول کوٹ کی جیب سے باہر آ گیا تھا اور اجنبی آنکھوں سے کوئی اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

''ناشتہ ہم کہیں اور کر لیں گے۔ آپ جلدی سے لباس تبدیل کر لیجئے۔ نہیں تکلف کی ضرورت نہیں۔ انڈرویئر آپ نے پہن ہی رکھا ہے۔ قمیض، پتلون کوٹ اور ٹائی میں اٹھائے دیتا ہوں۔ رہا بغلی ہولسٹر......تو وہ آپ کے لئے اب بیکار ہے۔''

اجنبی نے آواز بدلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ سو فیصد سنگ ہی تھا۔

''کہاں لے چلو گے......؟'' حمید نے پوچھا۔

''آپ کے مقبرے میں...... بڑے صاحب پہلے ہی اپنے مقبرے میں تشریف لے گئے۔ آپ بھی ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ لونڈے چھیڑیں گے آپ کو۔''

''بکواس بند کرو......میں کہیں نہ جاؤں گا۔''

''یہ زیادتی ہے کپتان صاحب......سخت لہجے میں گفتگو نہ کیجئے۔ میں بہت شرافت سے پیش آ رہا ہوں۔''

حمید کو کمرے سے باہر نکلنا پڑا تھا۔ سنگ نے اُسے لباس تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور اب اس سے اس طرح لگا چل رہا تھا جیسے کسی جگری دوست سے برسوں کے بعد ملنا نصیب ہوا ہو۔ باہر ایک سیاہ رنگ کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کی پچھلی سیٹ پر ایک آدمی پہلے ہی سے موجود تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ دوسرے سرے پر سرک گیا۔ سنگ نے حمید کے لئے دروازہ کھولا۔ تھوڑی دیر بعد حمید ان دونوں کے درمیان پھنسا ہوا بیٹھا تھا اور گاڑی کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

''آہا......شاید ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے۔'' دفعتاً سنگ بولا۔

''اگر تم کرنل پر قابو پا چکے ہو تو تعاقب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' حمید بولا۔

''کیوں......؟''

''ہم نے اپنے محکمے کو آگاہ نہیں کیا کہ ہم کہاں جارہے ہیں۔''

'بلف کررہے ہو۔'' سنگ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''مت یقین کرو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن میں اس پر یقین نہیں کرسکتا کہ تم کرنل پر قابو پا چکے ہو۔''

''ابھی تم خود دیکھ لو گے......تابوت میں بہت اچھا لگ رہا ہے۔''

''بکواس بند کرو۔''

''کیپٹن حمید! تم لوگ اس وہم میں نہ پڑو کہ ناقابل تسخیر ہو۔ سنگ اب تک تمہیں چھوٹ دیتا رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ بہادروں کا قدر دان ہے۔''

''مسٹر سنگ ہی!'' حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''کرنل بھتیجا نہیں ہے۔ سب کا فادر ہے۔''

''کچھ دیر بعد تمہاری زبان بند ہوجائے گی۔ آخر تم لوگ مجھے وہاں چھوڑ کر رام گڑھ کیوں دوڑ آئے تھے۔''

''میں نہیں جانتا......صرف کرنل کے احکامات کا پابند ہوں۔''

''اس چیونٹی کے بچے نے غداری کی ہے۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ شاید اس نے میرے نام آئے ہوئے پیغام کسی طرح ڈی کوڈ کرلئے تھے۔''

''میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے کسی بات کا علم نہیں۔''

''اس بار تم دونوں بقیہ زندگی کی عبرت کے لئے اپاہج کردیئے جاؤ گے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کا ذہن فریدی میں الجھا ہوا تھا۔ اگر سنگ سچ بول رہا ہے تو اس بار شاید وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوجائے۔ فنچ سے بھی پچھلی رات غلطی ہوئی تھی۔ کھلم کھلا سنگ کی مخالفت پر نہ اُترنا چاہئے تھا۔ گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کررہی تھی۔ سنگ کنکھیوں سے حمید کو دیکھے جارہا تھا۔

''لڑکی کہاں گئی؟'' اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔
''پولیس کی تحویل میں ہے۔''
''تمہارے ساتھ کیوں چلی آئی تھی۔''
''اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتی تھی۔''
''وہ دل کا مریض تھا۔''
''بلیک میل نہ کیا جاتا تو اتنی جلدی نہ مرتا۔''
''تم لوگ انگشتریوں کے راز سے واقف ہوگئے ہو۔ پھر کیوں نہ اعلان کرادیا کہ یاقوت کے نگینے نہ پہنے جائیں۔''
''ہمارا خیال ہے کہ صرف تمہارے فراہم کردہ یاقوت ہی خطرناک ہیں۔ لہٰذا ساری دنیا کو بور کرنے سے کیا فائدہ۔''
''دونوں بڑی عورتوں کی رہائی اب بے حد ضروری ہے۔''
''ہمارے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں۔''
''کچھ دنوں پہلے تمہاری تحویل میں دی گئی تھیں۔''
''اور ہم نے انہیں ایک طیارے پر سوار کردیا تھا۔ قطعی نہیں جانتے کہ وہ طیارہ کہاں کے لئے چارٹرڈ تھا۔''
''کس کمپنی کا تھا......؟''
''انٹر کانٹی نینٹل کا......!''
''فریدی جانتا ہوگا...... مجھے یقین ہے۔''
کچھ دیر خاموشی رہی پھر سنگ ہی بولا تھا۔ ''نہیں ہمارا تعاقب نہیں ہورہا ہے۔ محض شبہ تھا۔''
گاڑی سڑک چھوڑ کر ایک طرف کی ڈھلان میں اتر رہی تھی۔ راستہ خطرناک تھا۔ ڈرائیور کی ذرا سی غلطی ہلاکت خیز ثابت ہوسکتی تھی۔ حمید سختی سے دانت بھینچے بیٹھا رہا۔ پھر ایک جگہ گاڑی رک گئی تھی اور سنگ نے کہا تھا۔ ''دیکھو! اس کے مقبرے پر ہم نے کتنا شاندار مجسمہ تراشا ہے۔''

حمید نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سامنے والی چٹان پر فریدی کا دیوہیکل مجسمہ کھڑا تھا۔

''اندھیری رات میں چمکتا بھی ہے۔'' سنگ بولا۔ ''اب چلو اپنے مقبرے کی طرف گاڑی سے اُتر آؤ۔''

وہ دروازہ کھول کر نیچے اُترا تھا اور اس کے پستول کی نال حمید کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ حمید کے بعد دوسرا آدمی بھی اُترا تھا۔ وہ بھی غیر مسلح نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی لانگ رینج والا اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔ وہ ایک تنگ سے درے میں داخل ہوئے۔ آگے پیچھے چل رہے تھے۔ حمید دونوں کے درمیان تھا۔ سنگ پیچھے تھا۔ حمید کو اب بھی فریدی کی فکر ستائے ہوئے تھی۔ اگر وہ پکڑا گیا ہے تو اس بار وہ لوگ ذرہ برابر بھی غفلت نہیں برتیں گے۔ کچھ دور چلنے کے بعد حمید کو اپنے مجسمے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کتنے دنوں میں تراشا گیا ہوگا۔

''یہ بھی چمکتا ہے اندھیرے میں؟'' اس نے بچوں کے سے انداز میں خوش ہوکر پوچھا۔ سنگ نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''تو تم اسے مذاق سمجھتے ہو۔''

''ہرگز نہیں! ہم قوم کے ہیرو ہیں۔ ہمارے مقبروں پر ہمارے بت نہ ہوئے تو آئندہ نسلوں کو ہمارے متعلق کیسے معلوم ہوگا۔''

''تمہارا آخری وقت قریب آچکا ہے۔ اس لئے میں تمہیں چہکنے سے روکوں گا نہیں۔ دائیں طرف مڑ جاؤ۔ ٹھیک ہے۔ اس درے میں داخل ہوکر چلتے رہو۔''

دوسرا آدمی درے کے باہر ہی رہ گیا تھا۔ سنگ حمید کے پیچھے اس تاریک درے میں داخل ہوا تھا اور اس نے ایک ہاتھ میں ٹارچ بھی روشن کرلی تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں دونوں آگے بڑھتے رہے۔ حمید محسوس کررہا تھا کہ وہ گہرائی میں اُتر رہے ہیں اور پھر وہ ایک کشادہ جگہ پر پہنچ کر رک گئے تھے جہاں ایک پیٹرومیکس لیمپ روشن تھا اور وہاں کئی تابوت رکھے ہوئے تھے۔ ایک غیر ملکی عورت بھی نظر آئی۔ قبول صورت اور جوان العمر تھی۔ ہوسکتا ہے وہ گریشی رہی ہو جس کا ذکر فریدی نے کیا تھا۔ اس نے حمید کو دیکھ کر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں تھیں اور سنگ سے اس کے بارے میں پوچھا۔

''کرنل فریدی کا اسسٹنٹ ہے۔'' سنگ نے خشک لہجے میں کہا۔''لیکن تم یہاں کیا کر رہی ہو۔''

''آخری بار اس کی شکل دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''شاید سچ مچ تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔''

''یہی سمجھ لو...... مگر میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''میں پوچھتا ہوں تم نے بغیر اجازت یہاں قدم رکھنے کی جرأت کیسے کی۔''

''پاگلوں کو مناسب اور غیر مناسب کا ہوش نہیں ہوتا چیف۔''

''چلی جاؤ یہاں سے۔''

''میری آخری التجا...... پھر کبھی نہیں کہوں گی۔''

اچھا...... یہ لو کنجی اور اس تابوت کا قفل کھول کر ڈھکنا اٹھاؤ۔''

عورت بتائے ہوئے تابوت کی طرف بڑھی تھی۔

''اس میں قفل ہے ہی کہاں۔'' اس نے تیز آواز میں کہا۔

سنگ جھپٹ کر آگے بڑھا تھا لیکن پستول کا رخ حمید ہی کی طرف تھا۔

''ڈھکنا اٹھاؤ......!'' اس نے عورت کو حکم دیا اور ڈھکنا اٹھتے ہی وہ دہاڑا تھا۔''خدا غارت کرے تجھے کتیا...... وہ کہاں گیا؟''

''مم...... میں کچھ نہیں جانتی چیف...... اور یہ قفل ایسے تو نہیں ہیں جنہیں تمہارے علاوہ اور کوئی کھول سکے۔''

''تجھے بتانا پڑے گا۔''

''وقت برباد نہ کرو سنگ...... تم ہوا کو گرفتار نہیں کر سکتے۔''

''لیکن تمہیں ضرور فنا کر دوں گا۔''

''یہ بھی ناممکن ہے سنگ۔'' داخلے کے راستے کی طرف سے آواز آئی اور یہ فریدی ہی کی آواز تھی۔ اس نے پھر کہا تھا۔''اپنا پستول زمین پر ڈال دو۔ تم میرے مشین پستول کی زد پر ہو۔''

سنگ نے خاموشی سے پستول زمین پر ڈال دیا جسے حمید نے جھپٹ کر اٹھا لیا تھا۔

تاریک راستے سے پھر آواز آئی۔ ''بس کیپٹن حمید اسے باہر نکال لاؤ۔''

''چلو......!'' حمید نے پستول کو جنبش دی۔ سنگ آگے بڑھا۔ دفعتاً پھر آواز آئی۔ ''اب آپ استاد ببن خان سے ٹھمری سنئے۔''

''آجا آجا...... نہ جا پردیس رے...... آجا آجا...... نہ جا......!''

حمید نے اس کی جیب سے ٹارچ بھی نکال لی تھی۔ سنگ آگے بڑھتے بڑھتے رک کر بولا۔ ''یہ کیا ہونے لگا۔''

''چلو...... چلو دیکھیں کیا چکر ہے۔'' حمید تاریک دراڑ میں ٹارچ کی روشنی ڈالتا ہوا بولا۔ پھر انہیں وہ چیز نظر آ گئی جس سے ٹھمری نشر ہو رہی تھی۔ یہ ایک کیسٹ پلیئر تھا۔

''استاد سنگ......!'' دفعتاً حمید بولا۔ ''یہ لو اپنا پستول...... میں لعنت بھیجتا ہوں اس ملازمت پر...... کیا میں قربانی کا بکرا ہوں۔''

سنگ اس کی طرف مڑ کر اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''تم خود سوچو۔''

''نہیں...... میں تنگ آ گیا ہوں اس آنکھ مچولی سے۔'' حمید بولا۔

کیسٹ پلیئر سے ٹھمری بدستور جاری تھی۔ سنگ نے حمید سے پستول لے کر جیب میں ڈال لیا تھا اور کیسٹ پلیئر کو روک کر ٹیپ کو ریوائنڈ کرنے لگا تھا۔ اُسے دوبارہ چلایا تو فریدی کی آواز آئی تھی۔ ''یہ بھی ناممکن ہے سنگ......!''

''سوال تو یہ ہے کہ وہ نکل کیسے گیا......!'' سنگ جھنجھلا کر بولا۔

''اور اس کیسٹ پلیئر کی موجودگی بتاتی ہے کہ یہیں کہیں آس پاس ہی موجود ہیں۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''یہ کتیا ضرور جانتی ہوگی۔'' سنگ نے آہستہ سے کہا۔ ''اس پر بُری طرح مرمٹی ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ وہ قابو میں کیسے آئے تھے۔''

''تمہارے نام پر کمرے کا دروازہ کھلوایا تھا۔ فلائنگ ہائیپو کے ذریعے بیہوشی کا انجکشن دے کر میرے آدمی یہاں اٹھا لائے تھے۔''

''اور یہ عورت ان کے ساتھ تھی۔''

''مجھے تفصیل کا علم نہیں۔ بہرحال کچھ دیر پہلے وہ اسی تابوت میں بیہوش پڑا تھا۔''

''بہرحال اب تم پر دو طرف سے حملہ ہوگا فنچ سے بگاڑ کر اچھا نہیں کیا تم نے۔''

''تم تو بالکل ہمدردوں کے سے انداز میں گفتگو کر رہے ہو۔'' سنگ کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''میں تمہارا پستول واپس کر چکا ہوں۔''

''مجھ سے مکاری نہیں چلے گی کیپٹن حمید۔''

''تمہاری مرضی۔'' حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

''تم بہرحال میرے قیدی ہو۔''

''مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن تنہا نہیں رہوں گا۔ ایسی ہی کوئی لڑکی بھی ہونی چاہئے۔'' حمید نے گریشی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

''ادھر دیکھو......!'' دفعتاً سنگ تابوتوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ حمید مڑا ہی تھا کہ سنگ کی زوردار لات اس کی کمر پر پڑی اور وہ گریشی کو بھی ساتھ لیتا ہوا تابوتوں کے پاس آپڑا۔ وہ کراہ رہی تھی اور روہانسی آواز میں بولی تھی۔ ''اوہ...... زرد فام سوّر...... خدا تجھے غارت کرے۔'' پھر عجیب طرح کی آواز اس غار کی محدود فضا میں گونجی تھی اور نکاسی کے راستے پر اوپر سے ایک چٹان پھسل آئی تھی۔

راستہ مسدود ہو چکا تھا۔ حمید نے طویل سانس لی اور گریشی کی طرف دیکھنے لگا۔

''یہ تمہارا مقبرہ ہے۔ ہاں تمہارا ہی ہے کیونکہ اوپر والا بت تمہیں سے مشابہت رکھتا ہے۔''

''تو پھر تم کہاں سے گھس آئیں میرے مقبرے میں۔''

''ناراض ہونے کی ضرورت نہیں خوبصورت آدمی۔ ابھی وہ آئے گا اور مجھے اپنے مقبرے میں لے جائے گا اور تمہارے لئے کوئی اور آئے گی۔''

''یعنی کہ میں تنہا نہ رہ سکوں گا مقبرے میں بھی۔''

''کیا تم اسے اپنی خوش قسمتی نہیں سمجھو گے کہ ایک عورت بھی تمہارے ساتھ دفن کی جائے گی۔''

''مجھے عورت کے ساتھ دفن ہونے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن دفن کرنے سے پہلے اس کی زبان کاٹ دی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔''

''بھلا گونگی عورت کس کام کی......تم یقیناً پاگل ہو۔''

''اچھا بس......اب خاموش رہو۔ میں ذرا ان تابوتوں کا جائزہ لوں گا۔ ایک مقبرے میں ایک سے زیادہ تابوت برداشت نہیں کرسکتا۔''

دوسرے تابوت مقفل نہیں تھے۔ حمید ایک ایک کا ڈھکنا اٹھاتا پھرا۔ سب کے سب خالی تھے۔ آخر میں ایک بچ رہا۔ جو فرش سے ملا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے زمین میں نصب ہو۔ اس کا ڈھکنا اٹھاتے ہی سیڑھیاں نظر آئی تھیں۔ لیکن چار سیڑھیوں کے بعد گہری تاریکی تھی۔

''چلو...... چلو...... ٹارچ ہے نا تمہارے پاس...... اتر چلو۔ میں تمہیں اپنے ڈیڈی سے ملواؤں گی۔''

''خدا کی پناہ! تم ہی کیا کم تھیں کہ ڈیڈی کو بھی اسی مقبرے میں اٹھا لائیں۔ یہ مقبرہ ہے یا سسرال......!''

''چلو......فضول باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میرا اسسٹنٹ بہت بکواس کرتا ہے۔''

''وہ ہے کہاں......؟''

''شاید ڈیڈی ہی کے کمرے میں ہو۔''

''تمہاری چھوٹی بہن بھی تو نہ ہوگی وہاں۔''

''میری کوئی چھوٹی بہن نہیں ہے...... چلو...... ڈرو مت......!'' پھر وہ خود ہی تابوت میں داخل ہوکر سیڑھیوں پر اتر گئی تھی۔ حمید نے عقب سے ٹارچ کی روشنی ڈالی اور کسی قدر متفکرانہ انداز میں تابوت میں داخل ہوگیا۔ اٹھارہ زینے طے کرکے وہ نیچے پہنچے تھے۔ فرش پر پرانا قالین نظر آیا۔ سامنے ہی ایک میز دکھائی دی جس پر ایک سالخوردہ ٹائپ رائٹر رکھا ہوا تھا جس پر جابجا مکڑیوں کے جالے دکھائی دیتے تھے اس کے قریب ایک بڑا سا چوہا بیٹھا انہیں

گھورے جارہا تھا۔ ایک چوہا فرش پر دکھائی دیا۔ عجیب سا ماحول تھا...... اور سب سے زیادہ دہشت ناک وہ انسانی کھوپڑی بھی جو ٹائپ رائٹر پر رکھی ہوئی تھی۔"

"یہ ڈیڈی کی کھوپڑی ہے۔" گریٹی حمید کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔ "وہ بہت بڑے سائینسدان تھے۔ انہوں نے راکٹوں کے لئے ایک خاص قسم کا ٹھوس ایندھن دریافت کیا تھا۔ صرف پانچ پونڈ ایندھن تمہیں چاند پر پہنچا دے گا۔"

"لل...... لیکن کھوپڑی......!" حمید ہکلایا۔

"یقین کرو...... یہ میرے ڈیڈی کی کھوپڑی ہے۔ وہ یہیں رام گڑھ میں تجربات کرر ہے تھے۔ رام گڑھ کی پہاڑیاں اس ٹھوس ایندھن سے اٹی پڑی ہیں۔ انہوں نے ان کے لئے کام کیا اور جب چھٹی مانگی تو ان کی گردن کاٹ دی گئی۔ یہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔ لیکن میں سب کچھ پی گئی۔ اگر ایسا نہ کرتی تو تنظیم سے غداری کی مرتکب ٹھہرائی جاتی۔ وہاں نہ کوئی کسی کا باپ ہے اور نہ کوئی کسی کی بیٹی سب تنظیم کے کل پرزے ہیں۔ لیکن کیا میرے دل نے اسے تسلیم کرلیا ہے۔ نہیں...... نہیں ...... میں ان کے خون کی پیاسی ہوں۔ میں اس کھوپڑی میں ان کا جیتا جیتا خون ضرور بھروں گی۔"

"انہوں نے تمہیں یہاں کیوں آنے دیا۔"

"ڈیڈی کے قتل کے بعد پہلی بار آئی ہوں۔ فریدی مجھے لایا تھا پھر خود غائب ہوگیا۔"

"لیکن وہ تو تابوت میں تھے۔"

"وہ کوئی اور تھا فریدی نہیں تھا۔ فریدی تو میرے ساتھ تھا۔ پھر اس نے اپنے ہم شکل کو تابوت سے نکالا اور اس سمیت کہیں غائب ہوگیا۔"

"تم سنگ ہی کے ماتحت ہو۔"

"وہ زرد فام دوغلا کتا یہاں ہمارا چیف ہے۔ تنظیم کی ساری عورتیں اس پر لعنت بھیجتی ہیں لیکن کسی میں اتنی جرأت نہیں کہ اپنی آواز بڑی عورت تک پہنچا سکے۔ بڑی عورت اس کی حرکتوں سے ناواقف ہے ورنہ اب تک موت کی آغوش میں جاسویا ہوتا۔"

"میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے۔ اب کہیں اور چلو۔"

''اب کہاں چلوں...... میں نہیں جانتی کہ اس تہہ خانے کے بعد کیا ہے۔''

''مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں سے سیارے کو کنٹرول کیا جا رہا ہے۔''

''کیسا سیارہ......؟'' گریشی نے حیرت سے کہا۔ ''میں نہیں سمجھی۔''

''مطلب یہ کہ اصل کام کہاں ہو رہا ہے۔''

''اصل کام تو اسی دن ختم ہو گیا تھا جب میرے باپ کا قتل ہوا تھا۔''

''تو کیا اب ان پہاڑوں سے ٹھوس ایندھن نہیں نکالا جا رہا۔

''میں نہیں جانتی...... یہاں تو اب تم دونوں کے قتل کا سامان ہو رہا ہے۔ تمہاری کھوپڑیاں بھی ٹائپ رائٹر پر سجادی جائیں گی۔''

''کیا کرنل اپنے ہم شکل سمیت اسی تابوت میں اترے تھے۔''

''یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔ اُسے دیکھ کر میں اپنے حواس کھو بیٹھتی ہوں۔''

سرحد کے نقلی محافظوں نے اس بڑے بندر کو دیکھ لیا تھا اور اسے پکڑنے یا ہلاک کردینے کے لئے دوڑ پڑے تھے۔ انہیں اس کے لئے خصوصی ہدایات ملی تھیں۔ جیسے ہی آس پاس کوئی بندر دکھائی دے اُسے یا تو گولی ماردی جائے یا پکڑ لیا جائے۔ بندر نے نشیب میں چھلانگ لگائی اور ایک پتلی سی دراڑ میں گھستا چلا گیا۔ ایک محافظ نے دراڑ میں فائر کئے تھے۔ بندر چٹان سے چپک کر کھڑا ہو گیا اور گولیاں شاید اس سے صرف ایک انچ کے فاصلے سے گزرتی چلی گئی تھیں۔ پھر وہ واپس چلے گئے تھے۔ دراڑ بالکل تاریک اور اتنی تنگ تھی کہ کسی نے اس میں گھسنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ بندر آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا دوسری طرف جا رہا تھا لیکن کچھ دور چلنے کے بعد راستہ مسدود نظر آیا۔ وہ دوسری طرف نہیں جا سکتا تھا۔ اب اس نے پھر آگے کی طرف کھسکنا شروع کیا۔ دراڑ کے سرے پر پہنچ کر اس نے سر نکالا تھا اور چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔ دور دور تک کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ وہ پھر کھلے میں نکل آیا اور

ایک چٹان پر چڑھنے لگا۔ اس طرف کے پہاڑ بنجر نہیں تھے۔ جگہ جگہ سفیدے کے قد آور درخت نظر آئے۔ کچھ تو اتنے گھنے تھے کہ وہ خود کو بخوبی چھپا سکتا تھا۔ اس طرح دوڑائے جانے پر اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ پہچانا جاچکا ہے۔ لہٰذا اب وہ جلد از جلد اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ یہ ٹھکانہ ایک چھوٹا سا غار تھا جہاں پر اس نے کھانے پینے کا بھی کسی قدر سامان اکٹھا کیا تھا۔ اسی سامان میں ایک مشین پستول اور اس کا ایمونیشن بھی شامل تھا۔ وہ کچھ دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا تھا۔ پھر اپنی کھال اتار دی تھی۔ کھال کے نیچے بلٹ پروف بھی موجود تھا۔ محفوظ کی ہوئی غذا کا ایک ڈبہ کھولا اور آہستہ آہستہ کھانے لگا۔ ویسے اس کے کان ہلکی سے ہلکی آہٹ پر لگے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خطرے کی بو پا کر بھڑک اٹھے گا۔ درندگی کے عہد کا کوئی ننھا سا آدمی لگ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے سچ مچ کسی کی آہٹ سنی اور ڈبے کو چھوڑ کر مشین پستول سنبھال لیا اور غار کے دہانے کے ایک طرف ہوگیا۔ ''دوست'' باہر سے آواز آئی۔ اس نے مشین پستول کی نال جھکالی۔ دوسرے ہی لمحے میں فریدی غار میں داخل ہوا تھا۔

''جلد ہی واپسی ہوگئی تمہاری۔'' فریدی بولا۔ ''شاید میں نے فائروں کی آوازیں بھی سنی تھیں۔''

''ہاں...... وہ میرے تعاقب میں تھے۔'' فنچ بولا۔ ''شمالی مغربی حصہ کڑے پہرے میں ہے۔ پرندہ بھی اُدھر سے پرواز کرتا ہے تو انہیں علم ہوجاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی آلہ نشاندہی کردیتا ہے۔''

''مشرقی حصہ تو سنسان ہے۔''

''جو کچھ بھی ہے شمالی مغربی ہی حصے میں ہے۔'' فنچ بولا۔ ''چند لمحے خاموشی سے فریدی کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''کرنل یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ اتنی بڑی بڑی مہمات تنہا سر کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔''

''میرا اب تک کا ریکارڈ اندازے کی غلطیوں سے پاک ہے۔ محض اسی لئے کہ جب تک واضح ترین ثبوت ہاتھ نہیں آتے میں محکمے کو رپورٹ نہیں دیتا۔ ظاہر ہے ایسی صورت

میں افرادی امداد کیسے لے سکوں گا۔''

''آپ کا طریق کار نرالا اور بے حد خطرناک ہے۔''

''شروع ہی سے میرا یہی رویہ رہا ہے۔''

''پتا نہیں انہوں نے کیپٹن حمید کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہو۔''

''دیکھیں گے۔'' فریدی نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

''تو پھر آج شب کو شمالی مغربی حصے کی رہی۔'' فنچ بولا۔

''ہاں...... آج ادھر ہی...... تم نے لڑکی کا کیا کیا۔''

''محفوظ ہاتھوں میں ہے...... اگر میں نے تین دن تک اس کی خبر نہ لی تو وہ متعلقہ سفارت خانے میں پہنچا دی جائے گی۔'' فنچ بولا۔ ''اور وہ لڑکی جو آپ سے ٹکرائی تھی......؟''

''وہ بھی ایک مظلوم لڑکی ہے اور ان سے انتقام لینا چاہتی ہے۔ انہوں نے مجھ پر ہاتھ ڈالنے کے لئے اُسے چارہ بنایا تھا لیکن اب وہ میرے ہی لئے کام کر رہی ہے۔''

''آپ لوگ ہیں ہی خوش قسمت! اب مجھے دیکھئے۔ رہائی کس نے دلائی اور کام کس کے آ رہا ہوں۔''

وہ دونوں تابوت والے غار میں واپس آ گئے تھے اور کیپٹن حمید ایک طرف بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ دفعتاً گریشی بولی۔ ''تم لوگ اول درجے کے احمق ہو۔''

''کس سے اطلاع ملی تم کو۔'' حمید چونک کر بولا۔

''تمہاری زمینیں معدنی دولت سے مالا مال ہیں لیکن تم لوگ خود اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ دوسرے فائدہ اٹھاتے ہیں۔''

''سارے ترقی پذیر ممالک کا یہی حال ہے۔ ہم اپنے وسائل سے کام نہیں لے سکتے۔''

''پتا نہیں اب تک کتنا ٹھوس ایندھن یہاں سے نکل کر باہر چلا گیا ہوگا۔''

''فی الحال میں قوم کا غم نہیں پالنا چاہتا۔ اس لئے خاموش رہو۔''

''کیا تم اس زرد فام کتے کو قابو میں نہیں کر سکتے؟'' اس نے حمید سے پوچھا۔

''گھن آتی ہے اسے ہاتھ لگاتے ہوئے۔ کسی جونک کی طرح لجلجا ہے۔''

دفعتاً اسی تابوت کا ڈھکنا آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا جس سے گزر کر وہ تہہ خانے کے نچلے حصے میں پہنچے تھے۔ گریشی سہم کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ حمید جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔ سنگ اس تابوت سے برآمد ہو کر ان کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

''تم کیا کہہ رہی تھیں ابھی؟'' اس نے گریشی کو گھورتے ہوئے کہا۔

''جو کچھ بھی کہا تھا اس کا مناسب جواب پا گئی تھی اس لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' حمید نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''کیا تم مرنا ہی چاہتے ہو کیپٹن......؟''

''فی الحال تو ارادہ نہیں ہے۔''

''تو پھر جینے کی ڈھنگ اختیار کرو۔''

''اس سلسلے میں تمہاری راہنمائی کا منتظر ہوں۔''

''یہاں تو کام کئے بغیر روٹی نہیں ملے گی۔ ہمارا ایک مزدور اچانک حادثے کا شکار ہو کر مر گیا ہے۔ تم اس کی جگہ لو گے۔''

''کام کی نوعیت کیا ہو گی؟''

''ہم نے یہاں ٹھوس ایندھن کی کانیں دریافت کی ہیں۔ کانکنی ہو رہی ہے۔ تم بھی اسی کام پر لگائے جاؤ گے۔''

''ٹھیکہ لیا ہے تم نے۔''

''ٹھیکہ......!'' سنگ طنزیہ ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''اپنی زمینوں کا بھی ٹھیکہ ہوتا ہے کہیں۔ زمین کسی کی ملکیت نہیں۔ جو بھی کچھ یہاں دریافت کر لے وہ اسی کا ہے۔''

''میں سمجھ گیا۔''

''تو پھر تیار ہو جاؤ۔''

''اور یہ......؟'' حمید نے گریشی کی طرف دیکھا۔

''اس نظام کائنات میں ایسی ساری زمینیں صرف میری ہیں۔''

''کیا میں مر گیا ہوں......آخر تم خود کیا سمجھتے ہو۔''

''میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ ہر گز نہیں جاؤں گی۔'' گریشی دونوں ہاتھ پھیلا کر چیخنے لگی تھی۔

ٹھیک اسی وقت سنگ نے کوئی چیز حمید کی طرف پھینکی تھی جو آستین کو چھیدتی ہوئی اس کے بازو میں پیوست ہوگئی۔ سسکاری لے کر حمید نے اس چیز پر ہاتھ رکھ دیا۔ ربڑ کی پلپلی سی گولی اس کی چٹکی میں دبی ہوئی تھی اور اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے بازو کے گوشت کو رائفل کی گولی چھید گئی ہو۔

''فف......فلائنگ ہائپو......!'' وہ کراہتا ہوا گرا اور بیہوش ہوگیا۔

فنچ نے بندر کی کھال دوبارہ پہن لی تھی اور دوربین اٹھا کر غار سے باہر نکلنے ہی والا تھا کہ عجیب طرح کا شور سنائی دیا۔ فریدی بھی چونک کر شور کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

''ذرا دیکھنا......کیا ہے۔'' اس نے فنچ سے کہا اور اپنے مشین پستول کا میگزین چیک کرنے لگا۔ فنچ باہر چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو اس کی سانس پھول رہی تھی۔

''انہوں نے دوسرا جال بچھایا ہے آپ کے لئے۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

''کیا بات ہے صاف صاف کہو۔''

''کیپٹن حمید کی ٹانگوں میں رسی باندھ کر برف پر کھینچتے پھر رہے ہیں۔''

فریدی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دونوں غار سے باہر آئے اور ایک چٹان کی اوٹ سے ڈھلان میں جھانکنے لگے۔ نیچے وہی کچھ ہو رہا تھا جس کی اطلاع فنچ نے دی تھی۔ وہ کئی آدمی تھے اور ان میں سنگ ہی دور سے پہچانا جا سکتا تھا۔ حمید کی چیخیں نکل کر فضا میں منتشر ہو رہی تھیں۔

''تم ادھر......اس چٹان کے پیچھے جاؤ۔'' فریدی نے فنچ سے کہا۔ ''اور ان پر فائرنگ

شروع کردو...... میں ادھر سے دیکھوں گا۔"

"فائرنگ میں خطرہ ہے کرنل۔ یہ مشین پستول ہے کہیں کوئی گولی کیپٹن ہی پر نہ پڑ جائے۔"

"یہ لو ریوالور......!" فریدی نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر فنچ کی طرف بڑھا دیا

"اور یہ کچھ مزید راؤنڈز...... جیسے ہی وہ رینج میں آئیں فائر کر دینا۔"

فنچ ریوالور لے کر بتائی ہوئی چٹان کی طرف رینگ گیا اور پھر جیسے ہی اس نے محسوس کیا کہ فائرنگ کارگر ہو سکے گی ٹریگر پر دباؤ ڈال دیا۔ ان میں سے ایک آدمی اچھل کر دور جا پڑا۔ دوسرا فائر کیا...... ایک اور گرا اور پھر وہ سب حمید کو وہیں چھوڑ کر بڑے پتھروں کی اوٹ میں پوزیشن لینے لگے۔ اب فنچ نے مشین پستول سنبھال لیا تھا لیکن فریدی والی سائیڈ سے ابھی تک ایک بھی فائر نہیں ہوا تھا۔ فنچ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ کیپٹن حمید برف پر اوندھا پڑا تھا شاید پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔ دفعتاً سنگ کی آواز سنائی دی "تم جو کوئی بھی ہو خود کو ہمارے حوالے کر دو...... ورنہ کیپٹن حمید کا جسم چھلنی کر دیا جائے گا۔"

فنچ تیزی سے فریدی کے پاس پہنچا تھا اور بولا۔ "میں جا رہا ہوں کرنل۔"

"نہیں......تم نہیں۔"

"یہی مناسب ہے۔ تم آزاد ہو تو ہمیں اپنی رہائی کی اُمید بھی رہے گی۔ اب میری کھال کی حفاظت تمہارے ذمہ۔" فنچ نے کہہ کر بڑی پھرتی سے بندر کی کھال اتاری تھی اور فریدی کے حوالے کرتا ہوا بولا۔ "یہ لو اپنا سروس ریوالور بھی سنبھالو۔"

اس کے بعد وہ پھر اسی پوزیشن پر پہنچا تھا جہاں سے فائر کئے تھے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے نیچے اترنے لگا تھا۔ ایک ہاتھ میں مشین پستول تھا۔ اسی طرح وہ حمید کے پاس جا کھڑا ہوا۔ لیکن کسی طرف سے بھی کوئی سامنے نہ آیا۔

"اوہو...... تو یہ تم ہو...... گنجی مرغی کی اولاد......!" کسی جانب سے سنگ کی آواز آئی۔ "اچھی بات ہے...... حمید کو ہوش میں لاؤ اور شمال کی طرف چل پڑو۔"

فنچ نے مشین پستول ایک طرف رکھ دیا اور حمید کو سیدھا کرنے لگا۔ بدقت کامیابی ہوئی۔ حمید کا چہرہ نیلا پڑ گیا تھا اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

''اس کی بائیں جیب میں ایک سربند ٹیوب موجود ہے۔'' سنگ کی آواز آئی۔

''اُسے کھولو اور اس کا سیال اس کے حلق میں ٹپکا دو...... ہوش آجائے گا۔''

فنچ نے حسب ہدایت ٹیوب حمید کی جیب سے نکالا اور منہ کھول کر حلق میں بھورے رنگ کا سیال انڈیل دیا۔ خرخراہٹ کے ساتھ سیال حلق کی نالی سے گزر گیا۔ فنچ نے چاروں طرف نظریں دوڑائی تھیں پھر اسی جانب دیکھنے لگا تھا جدھر سے سنگ کی آواز آتی رہی تھی۔

''ہوش آتے ہی ...... شمال کی جانب......!'' سنگ کی آواز پھر آئی۔ فنچ نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر مشین پستول اٹھا لیا۔

''ذرا سی غلطی تمہیں بھی چھلنی کردے گی۔ سُوّر کے بچے۔'' سنگ کی آواز آئی۔

''تمہاری کھوپڑی پر بلٹ پروف نہیں ہے۔''

یہ حقیقت بھی تھی۔ فنچ ننگے سر تھا۔ اس نے مشین پستول وہیں ڈال دیا جہاں سے اٹھایا تھا۔ حمید کے جسم میں جنبش ہوئی تھی اور وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا تھا۔

''تت......تم......!'' وہ فنچ کو دیکھ کر ہکلایا۔ ''وہ لوگ کہاں ہیں۔''

''خاموشی سے اٹھو اور شمال کی طرف چل پڑو۔''

''کک......کیوں......؟''

''یہی کہا گیا ہے۔''

''تو تم بھی پھنس گئے۔''

''پرواہ مت کرو۔'' چلتے وقت فنچ نے اپنا مشین پستول اٹھانا چاہا تھا لیکن اسے روک دیا گیا۔ سنگ کی آواز آئی تھی۔ ''اسے وہیں پڑا رہنے دو۔''

''یہ کہاں سے بول رہا ہے؟''

''پتا نہیں...... میں نے اوپر سے ان پر فائرنگ کی تھی۔ سب اِدھر اُدھر جا چھپے اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں خود کو ان کے حوالے کردوں ورنہ وہ تمہیں چھلنی کردیں گے۔''

شمال کی طرف چڑھائی پر حمید کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

پھر حمید اُسے گریشی کے بارے میں بتانے لگا تھا۔ فنچ نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''اگر

یہ بات ہے تو یقینی طور پر وہ سیارہ یہیں سے مدار پر پہنچایا گیا ہوگا۔ کہیں نہ کہیں ان کا لانچنگ پیڈ بھی موجود ہوگا۔ خوب! یہ تو بڑی عجیب خبر ہے۔ تمہاری حکومت ٹھوس ایندھن کے ذخائر سے بے خبر ہے اور دوسرے لوگ ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔'' حمید کچھ نہ بولا۔ کہتا بھی کیا۔

''کیا کرنل کو بھی اس کا علم ہے؟'' فنچ نے پوچھا۔

''شاید گریشی انہیں بھی بتا چکی ہے۔''

''تو پھر شاید اسی لئے انہوں نے میرے ہاتھ میں دور بین تھما دی تھی۔ لیکن شمال مغرب کے پہرے دار پوری طرح چوکس ہیں اور شاید ادھر انہوں نے کوئی الیکٹرونک آلہ بھی لگا رکھا ہے جو انہیں غیر معمولی نقل و حرکت سے آگاہ کر دیتا ہے۔''

''کیا وہ یہاں موجود ہیں۔''

فنچ کچھ نہ بولا۔

اوپر پہنچے ہی تھے کہ تین مسلح آدمیوں نے انہیں نرغے میں لے لیا اور ایک طرف لے چلے۔ سنگ ہی ان میں موجود نہیں تھا۔

چلتے چلتے ایک بار پھر حمید لڑکھڑا کر گرا تھا اور فنچ نے محافظوں سے درخواست کی تھی کہ وہ کچھ دیر کیلئے رک جائیں۔ درخواست منظور کر لی گئی تھی اور فنچ نے حمید کو اٹھا کر بٹھا دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سفر شروع ہوا تھا۔ فنچ محسوس کر رہا تھا کہ ان کا رخ شمال کی طرف ہے۔ پھر چلتے چلتے سورج غروب ہونے لگا تھا۔ حمید کی حالت ابتر تھی۔ فنچ اس کا حوصلہ بڑھاتا جا رہا تھا۔ ابھی کسی قدر اجالا ہی تھا کہ وہ ایک گہری وادی میں اترنے لگے۔

''آہا......!'' فنچ آہستہ سے بولا۔ ''تو انہوں نے نومینس لینڈ پر قبضہ جما رکھا ہے۔''

''تو پھر ہماری طرف ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' حمید بولا۔

''ٹھوس ایندھن تو تمہاری ہی پہاڑیوں سے نکالا جا رہا ہے۔ ذرا اُدھر دیکھنا داہنی جانب۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ رہا ان کا لانچنگ پیڈ۔ فی الحال خالی پڑا ہے لیکن راکٹ یہیں سے پھینکا گیا ہوگا۔ ایندھن کی کانوں کے قریب ہی اس کا تجربہ زیادہ مہنگا نہ پڑا ہوگا۔''

''تو پھر کنٹرولنگ اسٹیشن بھی یہیں کہیں ہوگا اور وہاں سے ایندھن لانے کے لئے ریل

کی پٹریاں ڈالنی پڑی ہوں گی اور پہاڑوں میں طویل سرنگیں کھودے بغیر یہ ناممکن ہے۔"
"ان اطراف میں افلاس زیادہ ہے اس لئے مزدور بہ آسانی مل گئے ہوں گے۔"
اونچے اونچے پہاڑوں سے گھری ہوئی یہ ایک سرسبز وادی تھی۔ کچھ ایسی عمارتیں نظر آ رہی تھیں جیسے یہ فوج کی چھاؤنی ہو۔ درمیان میں ایک بڑی گنبد نما عمارت بھی دکھائی دی جس کے اوپر لاسلکی ایریل نصب تھا۔

لیکن یہ لوگ عمارتوں کی طرف نہیں لے جائے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد خیموں کی ایک بستی میں داخل ہوئے۔ چاروں طرف مشعلیں روشن تھیں اور ایک جگہ بڑا سا الاؤ جل رہا تھا۔ لوگ اس طرح اس کے گرد حلقہ کئے بیٹھے تھے جیسے وہاں کوئی تقریب برپا ہونے والی ہو۔ انہیں بھی ایک طرف بٹھا دیا گیا۔ پھر کئی ڈھول پیٹے جانے لگے تھے اور نفیریاں بجنے لگی تھیں۔ کئی جوڑے الاؤ کے پاس سے ہٹ کر ناچنے لگے۔ ان دونوں کیلئے کسی قسم کا مشروب لایا گیا تھا جس نے حیرت انگیز طور پر ان کی تھکن رفع کر دی۔ خیموں سے بہتیرے لوگ باہر آ گئے۔ پھر ایسی اچھل کود شروع ہو گئی تھی جیسی ہالی وڈ کی جنگلی فلموں میں نظر آتی ہے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" حمید نے فنچ سے پوچھا۔
"اس حد تک ان لوگوں سے واقف نہیں ہوں پتا نہیں کیا چکر ہے۔"
ٹھیک اسی وقت سنگ کی آواز آئی۔ "اب تم لوگ دائرہ بنا کر کھڑے ہو جاؤ۔ تمہیں بندر کا ناچ دکھاؤں گا۔"

محافظوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر فنچ کا گریبان پکڑ لیا اور اسے دھکیلتا ہوا بیچ میدان میں لایا۔ پھر کسی طرف سے سنگ نمودار ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چمڑے کا لمبا سا چابک تھا۔ اس نے چابک والا ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "موسیقی۔" ڈھول پھر پیٹے جانے لگے اور نفیریاں بجنے لگیں۔ چابک فنچ کی طرف لپکا تھا۔ وہ چھلانگ لگا کر خود کر بچا لے گیا۔ مجمع شور مچا رہا تھا۔ قہقہے لگا رہا تھا۔ تالیاں پیٹ رہا تھا۔ سنگ نے پھر چابک گھمایا لیکن فنچ غافل تو نہیں تھا۔ حمید کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے جنہیں کھول دینے کے لئے وہ دیر سے زور لگا رہا تھا اور اسے اپنی کلائیاں کٹتی ہوئی سی معلوم ہو رہی تھیں۔ اچانک ایک بار فنچ نے

ایسی چھلانگ لگائی کہ سنگ ہی کے منہ پر آ رہا۔ سنگ الٹ گیا تھا۔ فنچ اس کے سر پر ٹھوکر مارتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ سنگ ہی نے چابک پھینک دیا۔ اب اس کے داہنے ہاتھ میں لمبے پھل والا چاقو چمک رہا تھا۔ حمید کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ چاقو زنی میں سنگ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ فنچ ایکے پلٹا تو اس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔

''یہ کیا کر رہے ہو۔'' حمید چیخا۔ ''بھاگ جاؤ۔''

''بھاگنا میرا شیوہ نہیں ہے۔'' فنچ نے جواب دیا تھا اور پھر اچھل کر سنگ کے سر پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔ سنگ نے پھرتی سے، وار بچا کر خود بھی وار کیا تھا لیکن فنچ جھٹک کر دور جا پڑا۔ سنگ اس کی طرف لپکا لیکن وہ اٹھا تھا اور ڈنڈا ٹیک کر چھلانگ لگائی تھی اور سنگ کے اوپر سے گزرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا تھا۔ مجمع بُری طرح شور مچا رہا تھا اور سنگ ہی کی حالت قابل دید تھی۔ شاید اس سے پہلے کبھی اُسے اس قدر زچ نہیں ہونا پڑا تھا۔ حمید نے محافظ کو دوسرے سے کہتے سنا۔ ''یہ بونا تو غضب ڈھا رہا ہے۔ چیف کے ہاتھ آ گیا تو قیمہ کر کے رکھ دے گا۔''

''پہلے مردود کا غرور خاک میں ملائے دے رہا ہے۔ بیٹا بندر کا ناچ دکھانے چلے تھے۔'' دوسرا بولا۔ حمید نے اندازہ لگالیا کہ سنگ اپنے آدمیوں میں مقبول نہیں ہے۔ وہ اس سے خار کھاتے ہیں اور اس کی ہزیمت پر خوش ہو رہے ہیں۔ یہ ایک اچھی علامت تھی۔ لیکن اب کیا ہوگا۔ وہ اس بھیڑ میں آ پھنسے ہیں۔ پتا نہیں فریدی پر کیا گزری ہو۔ فنچ نے اسے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

دوسری طرف فنچ نے تہلکہ مچا رکھا تھا۔ اس کے گرد مجمع کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا تھا۔ وہ جب بھی اپنے ڈنڈے سمیت جھٹکتا لوگ پیچھے ہٹتے چلے جاتے۔ ساتھ ہی تحسین آمیز نعرے بھی لگاتے۔ شاید سنگ ہی کی جھنجھلاہٹ اپنی آخری حدیں چھو رہی تھی۔ دفعتاً اس نے پھر چابک اٹھالیا۔ اب اس کے دائیں ہاتھ میں چاقو اور بائیں ہاتھ میں چابک۔ ایک بار فنچ کی ایک ٹانگ چابک کی لپیٹ میں آ ہی گئی۔ سنگ نے دائیں ہاتھ سے چاقو کا وار کیا ہی تھا کہ فنچ کا ڈنڈا چابک والے ہاتھ پر پڑا۔ پوزیشن میں تبدیلی کی بناء پر سنگ کا حملہ ناکام رہا تھا۔

اب صورت یہ تھی کہ چابک فنچ کے بائیں ہاتھ میں تھا اور ڈنڈا دائیں ہاتھ میں۔ مجمعے نے پھر آسمان سر پر اٹھا لیا۔

ٹھیک اسی وقت عجیب قسم کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور پوری وادی میں تیز قسم کی روشنی پھیل گئی۔ پھر کچھ اور ہی طرح کا شور مچ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی تباہی نازل ہوگئی ہو۔ ایک سمت سے کچھ پہرے دار دوڑے آئے تھے۔ ان میں سے کسی نے چیخ کر کہا۔

''ٹھوس ایندھن کے ذخیرے میں آگ لگ گئی ہے۔''

''ناممکن......!'' سنگ حلق پھاڑ کر دہاڑا اور فنچ کو وہیں چھوڑ کر ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔ سبھی بھاگ رہے تھے۔ وہ شور تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ حمید کے محافظ بھی بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ پوری وادی تیز قسم کی روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔ فنچ جھپٹتا ہوا حمید کے پاس پہنچا اور اس کے ہاتھوں سے رسیاں کھولنے لگا۔

''یہ کیا ہوگیا......!''

''خدا جانے......!'' فنچ بولا۔ ''کسی نے کہا تھا کہ ٹھوس ایندھن کے ذخیرے میں آگ لگ گئی ہے۔''

''چلو...... کسی طرف نکل چلو۔'' حمید نے کہا۔ ''ہمارے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے۔''

''چابک میرے پاس ہے اور ڈنڈا تم سنبھال لو۔''

پھر وہ ایک خالی خیمے میں گھس پڑے تھے۔ خیموں کی یہ بستی آن واحد میں ویران ہوگئی تھی۔ دفعتاً ایک ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا۔ پھر پے در پے کئی دھماکوں سے زمین لرزنے لگی تھی۔ وہ اسی تاریک خیمے میں دبکے رہے۔ ''یہ کیا آفت نازل ہوگئی ہے۔''

حمید بڑبڑایا تھا۔ اس پر فنچ ہنس کر بولا۔ ''موت کا فرشتہ ہمارے پیچھے پیچھے آیا ہوگا۔''

''کیا مطلب......؟''

''کرنل فریدی! ہم دونوں ساتھ ہی تھے۔''

''ہرّے!'' حمید اچھل پڑا۔

''شاید وہ کنٹرولنگ اسٹیشن تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔''

''بس تو پھر اب باہر نکلو۔'' حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔

''ٹھہرو! اب ہمیں بہت زیادہ محتاط رہ کر کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔ ہر چند کہ اب دھما کہ نہیں سنائی دیتے لیکن زمین برابر ہل رہی ہے۔ یہ دیکھو...... محسوس کرو۔''

دور سے اب بھی شور کی آوازیں چلی آرہی تھیں اور وادی میں پھیلی ہوئی روشنی میں بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ سردی شباب پر تھی۔

دفعتاً انہوں نے سنگ کی آواز سنی تھی۔ ''تم دونوں کہاں ہو؟ میری مدد کے بغیر اس وادی سے باہر نہیں نکل سکو گے۔ جس نے ذخیرہ تباہ کیا ہے اگر خود بچ گیا ہے تو وہ بھی یہیں مقید ہوگا۔''

''قطعی خاموش رہو۔'' فنچ آہستہ سے بولا۔

سنگ کی آواز پھر آئی۔ ''اگر تم دونوں تین منٹ کے اندر اندر سامنے نہ آئے تو خیموں میں آگ لگوا دی جائے گی۔''

''جب خیموں میں آگ لگنی شروع ہوگی تب ہی نکلیں گے چپ چاپ بیٹھے رہو۔'' فنچ بولا۔ حمید خاموش تھا۔

سنگ اپنی ہانک لگاتا ہوا آگے نکل گیا تھا۔ دور سے اس کی آواز اب بھی آرہی تھی اور پھر شائد اس نے اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا تھا۔ کئی خیموں میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔ فنچ نے کہا ''اب مخالف سمت میں نکل چلنا چاہئے۔''

اور پھر دونوں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ بچے ہوئے خیموں کی اوٹ لیتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھتے جارہے تھے۔ وادی میں اب بھی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

''مجھے وہ پوائنٹ یاد نہیں رہا جہاں سے ہم نیچے اُترے تھے۔'' حمید بولا۔

''پرواہ مت کرو...... مجھے یاد ہے۔ لیکن صبح سے پہلے ممکن نہ ہوگا۔ فی الحال چھپنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرنی چاہئے۔'

''بس جہاں ہو وہیں ٹھہر جاؤ۔'' عقب سے آواز آئی اور انہیں رک جانا پڑا۔ مڑ کر دیکھا تو ایک محافظ ریوالور تانے کھڑا تھا۔

دو اور پہنچ گئے اور ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔ ''چیف کو انہی کی تلاش ہے۔''

پھر وہ سنگ کے سامنے پہنچا دیئے گئے۔ اس کا حلیہ قابل دید تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی دلدل سے نکل کر بھاگا ہو۔

''میری میزبانی کے مزے اٹھائے بغیر بھاگے جارہے تھے۔'' اس نے زہریلے لہجے میں کہا اور محافظوں سے بولا۔ ''انہیں تیرہ نمبر میں لے چلو۔ کیپٹن حمید تم وہاں فینی ایڈہاور سے مل کر بے حد خوش ہو گے۔ گریشی بھی راہِ راست پر آ گئی ہے۔''

''لل...... لیکن یہ دھماکے کیسے تھے۔ آگ کہاں لگی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''یہ بھی تم دونوں ہی بتاؤ گے۔''

تیرہ نمبر ایک بہت کشادہ غار ثابت ہوا تھا جہاں مشعلوں کی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے فینی اور گریشی کو دیکھا جو ایک جانب سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان دونوں کے ہاتھ پھر پشت پر باندھ دیئے گئے۔ فینی نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

''اب کیا ہوتا ہے رونے سے۔'' فنچ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''میں نے کہا تھا کہ اپنے کمرے تک ہی محدود رہنا۔''

''وہ...... وہ...... پولیس آفیسر کی وردی میں آیا تھا۔''

''اور میں اپنی خوشی سے آئی تھی۔'' گریشی نے کہہ کر ہچکی لی۔ وہ نشے میں معلوم ہوتی تھی۔

''اب یہاں جشن ہوگا۔'' سنگ ہنس کر بولا۔

''شاید ناکامیوں نے تمہارا دماغ ماؤف کر دیا ہے۔ یہ جشن منانے کا وقت ہے۔'' فنچ بولا تھا۔

''غلط...... یہ میری ناکامی نہیں ہے۔ ان کی ہے جنہوں نے میرے مشورے پر عمل نہیں کیا تھا۔ میں نے مشورہ دیا تھا کہ سارے کام ایک ساتھ نہ چھیڑے جائیں اور ان دونوں خبیثوں کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی جائے لیکن میری نہیں سنی گئی۔''

''ان دو بڑی عورتوں کے سلسلے میں اب کیا ہوگا......؟'' فنچ نے پوچھا۔

''اگر میرے ہاتھ لگ گئیں تو ان کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو ان دونوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔'' اس نے فینی اور گریشی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''لیکن ذخیرے میں آگ کیسے لگی؟''

''میں نہیں جانتا...... بہرحال اگر وہ فریدی ہی تھا تو وہ بھی جل بھنا ہوگا۔''

''سیارے کا کیا ہوا......؟''

''جہنم میں جائے...... اس کا کنٹرولنگ اسٹیشن بھی تو تباہ ہوگیا۔ اب وہ بھی کسی بڑے شہابئے سے ٹکرا کر فنا ہوجائے گا۔ کنٹرولنگ اسٹیشن سے اس کی حفاظت کی جاتی تھی۔ بڑا ناز تھا ان احمقوں کو اس سیارے پر...... احمقوں کے ٹولے کا نام زیرولینڈ کی تنظیم ہے اور تنظیم کی سربراہ ایک عورت ہے۔ ہونہہ...... تم دیکھنا اب میں اپنی الگ تنظیم قائم کروں گا۔''

''اگر فریدی ہی کی طرح جل کر بھسم نہ ہوگئے غدار۔'' غار کے دہانے کی طرف سے آواز آئی۔

''کون ہے......؟'' سنگ پلٹ کر دہاڑا۔

''زیرولینڈ کا ایک محافظ......!''

اور پھر وہ محافظ روشنی میں آگیا۔ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

''چلے جاؤ...... ورنہ آنتیں باہر نکل پڑیں گی۔'' سنگ کسی سانپ کی طرح پھپھکارا تھا۔

''تم اپنی خیر مناؤ غدار......!''

''نہیں...... نہیں...... آگ اور خون کا کھیل نہیں ہوگا۔'' گریشی دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختی ہوئی ان کے درمیان آ کھڑی ہوئی۔

''ہٹ جاؤ...... سامنے سے......!'' سنگ نے اُسے للکارا۔

''نہیں.... ہرگز نہیں.... جو تمہارا دل چاہے کرلو۔ لیکن میں خون کی ہولی نہیں ہونے دونگی۔''

سنگ نے پینترہ بدل کر محافظ پر چھلانگ لگائی اور ریوالور محافظ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن اس نے سنگ کا گریبان پکڑ لیا تھا۔ دونوں آپس میں گتھے ہوئے فرش پر آ رہے۔ دفعتاً حمید نے آنچ سی محسوس کی جو غار ہی کی کسی دراڑ سے نکل رہی تھی۔

''شش...... شاید...... ایندھن کی آگ......!'' فنچ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ غالباً اس نے بھی آنچ محسوس کرلی تھی۔

ادھر سنگ کو چاقو نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔

''نہیں...... نہیں......!'' گریشی چیختی ہوئی جھپٹی اور سنگ کا چاقو والا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

''اُوہو...... کتیا......!'' سنگ غرایا تھا اور گریشی کی جگر خراش چیخ غار کی محدود فضا میں گونج کر رہ گئی تھی۔ چاقو اس کے دائیں پہلو میں پیوست ہوگیا تھا۔

فینی حمید اور فنچ کے ہاتھ کھول رہی تھی۔ ادھر محافظ نے سنگ کو دوسری طرف اچھال پھینکا تھا۔ فنچ ہاتھ کھلتے ہی گریشی کی طرف لپکا تھا اور حمید اس کے پہلو سے چاقو کھینچ کر سنگ کی طرف دوڑا گیا تھا۔ تینوں غار سے باہر نکل گئے۔ باہر اچھی خاصی روشنی تھی۔

''آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا فریدی۔'' اس نے سنگ کی آواز سنی تھی۔

''اور میں آج تمہارا قیمہ کر کے رکھ دوں گا۔'' حمید نے عقب سے ہانک لگائی اور چاقو تولتا ہوا سنگ پر ٹوٹ پڑا۔

''کیا کرتے ہو۔'' اس نے فریدی کی غراہٹ سنی۔ لیکن اس پر تو جیسے دورہ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے کچھ سجھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ بس ہاتھ اٹھتا تھا اور چاقو کا پھل کسی نرم سی شے میں ڈوبتا چلا جاتا تھا۔

پھر اس نے فنچ اور فینی کی چیخیں سنی تھیں ''بھاگو...... بھاگو...... آگ......!''

اس نے مڑ کر دیکھا دونوں اس کی طرف دوڑے آرہے تھے۔

''یہ کیا کررہے ہو...... یہ کون ہے۔'' فنچ نے حمید کا شانہ جھنجھوڑ ڈالا۔

''مار ڈالا...... میں نے اُسے ختم کردیا۔''

''کسے ختم کردیا۔''

''سنگ کو......!''

''لیکن یہ تو سنگ نہیں ہے۔''

''پھر کون ہے؟''

''پتا نہیں......اُوہ......وہ دیکھو......!''

غار کے دہانے سے آگ کی لپٹیں نکل رہی تھیں اور عجیب سی بو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ جیسے کار بائیڈ قسم کی کوئی چیز جل رہی تھی۔ حمید نے آنکھیں پھاڑ کر اپنے شکار کو دیکھا۔ وہ سنگ ہی نہیں تھا کسی محافظ کی لاش تھی۔ لیکن یہ وہ محافظ نہیں تھا جس نے سنگ کو للکارا تھا۔ پھر وہ دونوں کہاں گئے۔

حمید نے آگ اگلتے ہوئے دہانے کیطرف دیکھا اور چیخ پڑا۔ ''گریشی....وہ کہاں ہے!''

''ہوش میں آؤ......وہ تو پہلے ہی مر چکی تھی۔ چاقو ٹھیک دل میں پیوست ہوا تھا۔''

''خداوندا......!'' حمید نے چاقو پھینک کر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔

''اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔'' فینی فنچ سے کہہ رہی تھی۔ ''اسے یہاں سے اٹھاؤ اور کہیں اور لے چلو۔''

فنچ نے سنگ کا چاقو اٹھا لیا تھا۔ اتنے میں فریدی کی آواز آئی۔ ''تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو......بھاگو یہاں سے......ابھی چٹانیں چٹخنی شروع ہوں گی۔''

صبح ہو رہی تھی اور وہ بے حد خستہ حالی کے عالم میں ایک چٹان پر پڑے ہوئے طلوع کا منظر دیکھ رہے تھے اور فریدی فنچ سے کہہ رہا تھا۔ ''حمید کی بوکھلاہٹ کی وجہ سے وہ ایک بار پھر میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ لاش جس پر وہ چاقو لے کر ٹوٹ پڑا تھا ایک پہرے دار کی تھی جسے ختم کر کے وہ غار میں داخل ہوا تھا۔ مجھے گریشی سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن وہ اس جگہ کی نشاندہی نہیں کر سکی تھی جہاں ایندھن ذخیرہ کیا جا رہا تھا۔ تم دونوں کا تعاقب کرتا ہوا میں یہاں تک پہنچا اور لانچنگ پیڈ دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچا کہ کنٹرولنگ اسٹیشن بھی کہیں آس پاس ہی ہوگا اور ان احمقوں نے تو بارود کے ڈھیر پر کنٹرولنگ اسٹیشن قائم کر رکھا تھا۔ نیچے ٹھوس ایندھن کا ذخیرہ تھا اور اوپر کنٹرولنگ اسٹیشن۔ ذخیرے میں

ایک چھوٹا سا بم رکھ کر میں وہاں سے نکل آیا۔ اسٹیشن کو تباہ کر دینے کا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ہی نہ تھا۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "مجھے گریشی کی موت پر افسوس ہے۔ وہ ایک مظلوم عورت تھی۔ اگر وہ نہ ملتی تو کبھی یہاں تک نہ پہنچ سکتا اور یہ لوگ اپنی حرکتیں جاری رکھتے۔"

"سنگ کا بچ نکلنا اچھا نہیں ہوا کرنل۔" فنچ بولا۔

"فکر نہ کرو...... پھر دیکھا جائے گا۔"

"وہ زیرولینڈ کی تنظیم سے بیزار ہو گیا ہے۔ اپنی الگ تنظیم قائم کرنے کی سوچ رہا ہے۔"

"تب تو اور آسانی سے مارا جائے گا۔ خیر اب تم کیا چاہتے ہو۔"

"پھر واپس جاؤں گا لیکن تم سے صرف اتنی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر مجھے قید تنہائی سے بچا لینا اور میری لکھنے پڑھنے والی مراعات بھی ختم نہ ہونے پائیں۔ بندر کی کھال امانتاً اپنے ہی پاس رکھو جب بھی میری ضرورت محسوس ہو چھکے سے کھال میرے پاس بھجوا دینا۔" فنچ کہہ کر ہنسا تھا۔

"سنگ کہہ رہا تھا کہ کنٹرولنگ اسٹیشن ہی سے اس کی حفاظت ممکن تھی۔ اب وہ کسی بڑے شہابیئے سے ٹکرا کر ختم ہو جائے گا۔ ویسے بھی کنٹرولنگ اسٹیشن کی تباہی کے بعد وہ قریب قریب ناکارہ ہی ہو چکا ہے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ چاروں طرف ویرانی اور سناٹے کی حکمرانی تھی۔ اونچی اونچی چوٹیوں پر برف چمک رہی تھی۔

فینی اور حمید شاید دوبارہ سو گئے تھے۔ فنچ بھی اونگھنے لگا۔

اور فریدی اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کا رخ مشرق کی طرف تھا جہاں سے گرم گرم کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

ختم شد